جلد ۱۴ شہادت ۱۳۵۲ ہش شمارہ ۴

اپریل ۱۹۷۳ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت آٹھ روپے
دیگر ممالک ایک پونڈ

فی پرچہ پچھتر پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

شہادت ۱۳۵۲ ہش

ربیع الاول ۱۳۹۳ ہجری اپریل ۱۹۷۳ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

فہرست مضامین

پبلشر . . . . چوہدری محمد ابراہیم
مطبع . . . . ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت . . . . . دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۱۴ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۴

شہادت ۱۳۵۲ ہش

خدا تعالیٰ سے انتہائی محبت اور اس کے بندوں پر انتہائی شفقت

مظہر اتم الوہیت اور انسان کامل صلے اللہ علیہ وسلم کا انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام

فخر اولین و آخرین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم ہونے کی حیثیت میں جس انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہیں وہ انسانی فہم ادراک سے بالا ہے۔ نہ کوئی انسان آپؐ کے محامد کے کنہ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی پورے طور پر انہیں بیان کر سکتا ہے جس قدر بھی محامد آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان کئے گئے ہیں وہ محض آپؐ کے جزوی کمالات ہیں۔ اسی لئے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مضمون میں رقم فرمایا تھا۔

"خواہ تمام دنیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توصیف و تعریف لا انتہا زمانوں تک طرح طرح کے پیرایوں میں کرتی رہے اور انسانی دماغ آپؐ کے نعت و محامد میں قرنوں مصروف رہے پھر بھی یہ ظاہر ہے کہ جو حقیقی تعریف اور اعلےٰ درجہ کی نعت خلّاقِ دو جہاں اور واقفِ اسرارِ کون و مکاں بیان کر سکتا ہے وہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔" (الفضل ۶ نومبر ۱۹۳۲ء)

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انسانی فہم و ادراک سے بالا انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام کی وضاحت اور

آپؐ کی حقیقی تعریف و توصیف وہی ہے جو خلاقِ دوجہاں اور واقفِ اسرارِ کون و مکان نے خود اپنے کلام پاک یعنی قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے اور جس کی کنہ و کیفیت پر سے آپؐ کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس زمانہ میں پردہ اُٹھایا ہے کیونکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اتباع و محبتِ رسولؐ میں فنا کی آخری حد تک پہنچے ہُوئے کمال درجہ استغراق کے حامل تھے۔ اور تائید و توفیقِ الٰہی نے آپ کو کامل معیت و یگانگت کے مقام پر فائز کیا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے آقا و مطاع حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ مدح بیان کی جو کسی دوسرے سے بن نہیں پڑی۔ ایک عاشقِ صادق کی قلم و زبان سے اپنے بے مثل آقا کی یہ مدح بھی انسانی طاقت سے بالا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام کی مناسبت سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ مدح جو آپؐ کے عاشقِ صادق فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی اختصار کے ساتھ ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو انسانِ کامل اور صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم کی حیثیت سے خالق اور مخلوق کے درمیان شفیع ٹھہرایا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کو خالق و مخلوق سے ایسا کامل تعلق ہے کہ جس سے بڑھ کر تعلق ممکن نہیں۔ اس کامل تعلق کی بناء پر آپؐ ہی ہیں جنہیں خدا نے اس ارفع مقام پر قائم فرمایا ہے کہ ایک طرف آپؐ اللہ تعالےٰ سے انتہائی قرب کی بناء پر خدا تعالےٰ سے اُس کی رحمتیں اور فضل لیں اور دوسری طرف مخلوق کے ساتھ انتہائی ہمدردی اور خیرخواہی کے باعث ان رحمتوں اور فضلوں کو مخلوق تک پہنچائیں اور اُسے ان سے بہرہ ور کریں۔ اس طرح مخلوق خدا کے لئے ہر خیر و برکت اور ہر بزرگی و رفعت کا وسیلہ آپؐ کی ہی ذاتِ بابرکات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ آپؐ کے اس مقامِ شفاعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ٥ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ٥ (النجم آیت ۹-۱۰)

اور وہ (یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بندوں کے اضطراب کو دیکھ کر اور ان پر رحم کر کے خدا سے ملنے کے لئے) اُس کے قریب ہوئے اور وہ (یعنی خدا) بھی (محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں) اُوپر سے نیچے آگیا اور وہ دونوں دو کمانوں کے متحدہ وتر کی شکل میں تبدیل ہو گئے اور ہوتے ہوتے اس سے بھی زیادہ قریب کی صورت اختیار کر لی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اِس رفیع الشان مقامِ شفاعت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے اس کامل تعلق کی کیفیات پر روشنی ڈالی جو شفیع کو خالق اور مخلوق دونوں سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں فرمایا:۔

"شخص شفیع کے لئے جب کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے ضروری ہے کہ خدا سے اس کو ایک ایسا گہرا تعلق ہو کہ گویا خدا اس کے دل میں اترا ہوا ہو۔ اور اس کی تمام انسانیت مر کر بال بال میں لاہوتی تجلی پیدا ہوگئی ہو اور اس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر خدا کی طرف بہہ نکلی اور اس طرح پر قرب کے انتہائی نقطہ پر جا پہنچی ہو۔ اور اسی طرح شفیع کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس کے لئے وہ شفاعت کرنا چاہتا ہے اس کی ہمدردی میں اس کا دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہو ایسا کہ عنقریب اس پر غشی طاری ہوگی، اور گویا شدت قلق سے اس کے اعضاء اس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور اس کے حواس منتشر ہیں اور اس کی ہمدردی نے اس کو اس مقام تک پہنچایا ہو کہ جو باپ سے بڑھ کر اور ماں سے بڑھ کر اور ہر ایک غم خوار سے بڑھ کر ہے۔ پس جب یہ دونوں حالتیں اس میں پیدا ہو جائیں گی تو وہ ایسا ہو جائے گا کہ گویا وہ ایک طرف سے لاہوت کے مقام سے جفت ہے اور دوسری طرف ناسوت کے مقام سے جفت۔ تب دونوں پلّہ میزان کے اس میں مساوی ہوں گے یعنی وہ مظہر لاہوت کامل بھی ہوگا اور مظہر ناسوت کامل بھی۔ اور بطور برزخ دونوں حالتوں میں واقع ہوگا"

(ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اول ۱۷۵ تا ۱۸۶)

شفیع کے اس دو طرفہ انتہائی ارفع و اعلیٰ اور انسانی فہم و ادراک سے بالا مقام اور اس کی گوناگوں کیفیات واضح فرمانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح فرمایا کہ جملہ انبیاء میں سے شفاعت کا یہ انتہائی ارفع و اعلیٰ اور انسانی فہم و ادراک سے بالا مقام صرف اور صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اسی لئے آپ مظہر اتم الوہیت اور انسان کامل ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

"اس مقام شفاعت کی طرف قرآن شریف میں اشارہ فرما کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونے کی شان میں فرمایا دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ یعنی یہ رسول خدا کی طرف چڑھا اور جہاں تک امکان ہے خدا کے نزدیک ہوا اور قرب کے تمام مقامات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا (یعنی مظہر اتم الوہیت قرار پایا۔ ناقل) اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا (یعنی انسان کامل کے مرتبہ پر فائز ہوا۔ ناقل) لہٰذا ایک طرف خدا کی محبت میں اور دوسری طرف بنی نوع کی محبت میں کمال تام تک پہنچا۔ پس چونکہ وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہوا اور پھر کامل طور پر بنی نوع سے قریب ہوا اس لئے دونوں طرف کے

لئے ضروری ہے اس میں پائی گئی اور خدا نے اپنے کلام میں اس کے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے بنی نوع میں اور اپنے خدا میں ایسے طور سے درمیان ہے جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے۔"

(ریویو آف ریلیجز اردو جلد اول ص۱۷۵ تا ص۱۸۷)

دو قوسوں کے مشترک درمیانی وتر کی مثال سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام کی رفعت کا اندازہ لگانے میں صرف ایک حد تک ہی مدد ملتی ہے۔ ورنہ آپؐ کا مقام انسانی فہم و ادراک سے بالا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے صرف دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ ہی نہیں فرمایا بلکہ ساتھ ہی اَوْ اَدْنٰى کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارفع و اعلےٰ مقام کی رفعت کے ادراک کے لئے دو کمانوں کے مشترکہ درمیانی وتر کی مثال سے ایک حد تک ہی مدد مل سکتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اور عبد کامل دونوں دو کمانوں کے متحدہ وتر کی شکل میں ہی تبدیل نہیں ہوئے بلکہ ہوتے ہوتے انہوں نے اس سے بھی زیادہ قرب کی صورت اختیار کر لی۔ قرب کی وہ صورت کیا تھی اسے بجز خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپؐ کے مقام کے انسانی فہم و ادراک سے بالا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

"تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے جس میں ایک نہایت افروختہ شعلہ محبتِ الٰہی کا انسانی محبت کے مستعد فتیلہ پر پڑ کر اس کو افروختہ کر دیتا ہے اور اس کے تمام اجزاء اور تمام رگ و ریشہ پر استیلاء پکڑ کر اپنے وجود کا اتم اور اکمل مظہر اس کو بنا دیتا ہے اور اس حالت میں آتشِ محبتِ الٰہی لوحِ قلب انسان کو نہ صرف ایک چمک بخشتی ہے بلکہ معاً اس چمک کے ساتھ تمام وجود بھڑک اٹھتا ہے اور اس کی لَوئیں اور شعلے اردگرد کو روزِ روشن کی طرح روشن کر دیتے ہیں اور کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں رہتی اور پورے طور پر اور تمام صفاتِ کاملہ کے ساتھ وہ سارا وجود آگ ہی آگ ہو جاتا ہے۔ اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں کیونکہ یہ ہر ایک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر ایک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القویٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ اعلےٰ درجہ کی طاقتِ وحی ہے۔ جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذو الافق الاعلیٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ وحیٔ الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رأی ما رأی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسانِ کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے اور دائرہ استعداداتِ بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے اور وہ درحقیقت پیدائش الٰہی کے خط ممتد کی اعلےٰ طرف کا آخری نقطہ ہے جو ارتفاع کے تمام

مراتب کا انتہا ہے۔ حکمتِ الٰہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کرکے اور اس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا یعنی کمالاتِ تامہ کا مظہر۔ سو جیسا کہ فطرت کی رو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ وارفع مرتبہ وحی کا اس کو عطا ہوا اور اعلیٰ وارفع مقام محبت کا ملا۔"

(توضیح مرام صـ۲۴ تا صـ۲۶)

الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک طرف خدا تعالےٰ سے انتہائی محبت اور قرب کی وجہ سے مظہر اتم الوہیت کے انتہائی ارفع مقام پر فائز ہیں اور دوسری طرف کامل عبودیت اور مخلوقِ خدا پر انتہائی شفقت کی بناء پر آپؐ کو انسانِ کامل ہونے کا انتہائی ارفع واعلےٰ اور منفرد شرف حاصل ہے۔ اس لئے آپؐ ہی خالق اور مخلوق کے درمیان شفیع ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے بے پایاں فضل اور رحمتیں آپؐ ہی کے وسیلہ سے مخلوقِ الٰہی تک پہنچتی ہیں اور قیامت تک پہنچتی چلی جائیں گی۔ اب چونکہ اللہ تعالےٰ کی صفات اور ان کے جلوے غیر محدود ہیں۔ اس لئے مظہر اتم الوہیت اور انسانِ کامل ہونے کی حیثیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فیض رسانی کی بھی کوئی انتہا نہیں اور کائنات کا کوئی ذرہ اور مخلوق کا کوئی طبقہ بھی اس فیض رسانی سے باہر نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے اس مقام کی رفعت کے اظہار کے لئے فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء آیت ۱۰۸)

اور اسی لئے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا اِنَّمَآ اَنَا الْقَاسِمُ وَاللّٰهُ الْمُعْطِيْ۔ یعنی دینے والا تو خدا ہی ہے۔ لیکن خدا نے مجھے اپنی رحمت اور عطا کا تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔ ہر ایک جو فیضانِ الٰہی کو پاتا ہے میرے ذریعہ پاتا ہے۔ اس لحاظ سے آپؐ کی ہمدردی اور شفقت اور ترحم کی نہ گہرائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ وسعت کا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رفیع الشان مقام کے پیشِ نظر آپؐ کی بے انداز شفقت علیٰ خلق اللہ یاد دلاتے ہوئے بنی نوع انسان کو مخاطب کرکے فرمایا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبہ آیت ۱۲۸)

یعنی اے ہر طبقہ کے انسانو! یہ عظیم الشان رسول تم میں سے ہی تمہارے پاس مبعوث ہو کر آیا ہے۔ ایک طرف تو اس کی خیر خواہی کا یہ عالم ہے کہ تمہارا تکلیف میں پڑنا اس پر بہت شاق گذرتا ہے۔ دوسری طرف تمہارے لئے خیر اور فائدہ کا نہایت ہی درجہ خواہشمند ہے اور تیسری طرف مومنوں کے لئے جو درجہ کی شفقت اور رحم [illegible]

رکھتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بے انداز شفقت علیٰ خلق اللہ کے ضمن میں واضح فرمایا کہ نوع انسانی کا تکلیف میں پڑنا آپؐ کو شاق ہی نہیں گذرتا اور ان کے لئے خیر کے آپؐ غایت درجہ طالب ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپؐ عملی ہمدردی کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہوئے لوگوں کے تمام مصائب کے بوجھ ان پر سے اتار پھینکتے ہیں اور جو طوق ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اتار ڈالتے ہیں اور اس طرح انہیں سبکدوش کرکے ہر لحاظ سے دارالامان میں لے آتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف آیت ۱۵۸)

یعنی میں اپنی رحمت کو ان لوگوں سے مخصوص کردوں گا جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو "نبی" اور امی کے لقب سے پکارا گیا ہے۔ یہ پیشگوئی اہل کتاب کے پاس تورات اور انجیل دونوں میں لکھی ہوئی موجود ہے۔ یہ نبی ہر اچھی بات کا حکم کرتا ہے اور ہر بری بات سے منع کرتا ہے۔ پاک اشیاء کو حلال ٹھہراتا ہے۔ اور ناپاک اشیاء کو حرام قرار دیتا ہے۔ اور مخلوقات کی تمام مصیبتوں کے بوجھ اور طوق جو ان پر لدے ہوئے تھے اتارتا ہے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اس رسول کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف تعلق باللہ یا انسانی فہم و ادراک سے بالا انتہائی قرب کے مقام پر ہونے اور مظہر اتم الوہیت قرار پانے کی وجہ سے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو مخلوق تک پہنچانے اور آپؐ کے مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی میں انتہائی طور پر گداز ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے مقام شفاعت کے اظہار کے لئے قرآن مجید میں فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب آیت ۵۷)

اللہ تعالیٰ یقیناً اس نبی (یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) پر اپنی رحمت نازل کر رہا ہے اور اس کے فرشتے بھی (یقیناً) اس کے لئے دعائیں کر رہے ہیں) اے مومنو! تم بھی اس نبی پر درود بھیجتے رہو اور اس کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو اور (خوب ذوق شوق سے) اس کے لئے سلامتی مانگتے رہا کرو۔

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی
اتباع کے برکات

فرقان مجید باوجود ان تمام کمالات بلاغت و فصاحت و احاطہ حکمت و معرفت ایک روحانی تاثیر اپنی ذات بابرکات میں ایسی رکھتا ہے کہ اس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور منور الباطن اور منشرح الصدر اور مقبولِ الٰہی اور قابلِ خطاب حضرتِ عزت بنا دیتا ہے اور اس میں وہ انوار پیدا کرتا ہے اور فیوضِ غیبی اور تائیدات لاریبی اس کے شاملِ حال کر دیتا ہے کہ جو اغیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں اور حضرت احدیت کی طرف سے وہ لذیذ اور دلآرام کلام اس پر نازل ہوتا ہے جس سے اس پر مبدم کھلتا جاتا ہے کہ وہ فرقان مجید کی سچی متابعت سے اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی سے ان مقامات تک پہنچایا گیا ہے کہ جو محبوبانِ الٰہی کے لئے خاص ہیں اور ان ربانی خوشنودیوں اور مہربانیوں سے بہرہ یاب ہو گیا ہے جن سے وہ کامل ایماندار بہرہ یاب تھے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور نہ صرف مقال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر بھی ان تمام مجتبوں کا ایک صافی چشمہ اپنے پر صدق میں بہتا ہوا دیکھتا ہے اور ایک ایسی کیفیت تعلق باللہ کی اپنے منشرح سینہ میں مشاہدہ کرتا ہے جس کو نہ الفاظ کے ذریعے سے اور نہ کسی مثال کے پیرایہ میں بیان کر سکتا

ہے اور انوارِ الٰہی کو اپنے نفس پر بارش کی طرح برستے ہوئے دیکھتا ہے اور وہ انوار کبھی اخبارِ غیبیہ کے رنگ میں اور کبھی علوم و معارف کی صورت میں اور کبھی اخلاقِ فاضلہ کے پیرایہ میں ہم پر اپنا پرتو ڈالتے رہتے ہیں۔
یہ تاثیرات فرقان مجید کی سلسلہ وار چلی آتی ہیں اور جب سے کہ آفتاب صداقت ذاتِ بابرکات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں آیا۔ اسی دم سے آج تک ہزارہا نفوس جو استعداد اور قابلیت رکھتے تھے متابعت کلامِ الٰہی اور اتباعِ رسول مقبول سے مدارج عالیہ مذکورہ بالا تک پہنچ چکے ہیں اور پہنچتے جاتے ہیں اور خدا تعالےٰ اس قدر ان پر پے در پے اور علی الاتصال تلطفات و تفضلات وارد کرتا ہے اور اپنی حمایتیں اور عنایتیں کھلاتا ہے کہ صاف نگاہوں کی نظر میں ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ لوگ منظورانِ نظرِ احدیت سے ہیں جن پر لطف ربانی کا ایک عظیم الشان سایہ اور فضلِ یزدانی کا ایک جلیل القدر پیرایہ ہے اور دیکھنے والوں کو صریح دکھائی دیتا ہے کہ وہ انعاماتِ خارقِ عادت سے سرفراز ہیں اور کراماتِ عجیب و غریب سے ممتاز ہیں اور محبوبیت کے عطر سے معطر ہیں اور مقبولیت کے فخروں سے مفتخر ہیں اور قادرِ مطلق کا نور ان کی صحبت میں انکی توجہ میں ان کی ہمت میں ان کی دعا میں انکی نظر میں ان کے اخلاق میں ان کی طرزِ معیشت میں، ان کی خوشنودی میں ان کے غضب میں، ان کی رغبت میں، ان کی نفرت میں، ان کی حرکت میں، ان کے سکون میں، ان کے نطق میں، ان کی خاموشی میں ان کے ظاہر میں، ان کے باطن میں ایسا بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک لطیف اور مصفےٰ شیشہ ایک نہایت عمدہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور ان کے فیضِ صحبت اور ارتباط اور محبت سے وہ باتیں حاصل ہوجاتی ہیں کہ جو ریاضاتِ شاقہ سے حاصل نہیں ہوسکتیں اور ان کی نسبت ارادت اور عقیدت پیدا کرنے سے ایمانی حالت ایک دوسرا رنگ پیدا کرلیتی ہے اور نیک اخلاق کے ظاہر کرنے میں ایک طاقت پیدا ہوجاتی ہے اور شوریدگی

اور امارگی نفس کی روز بکمی ہونے لگتی ہے اور اطمینان اور حلاوت پیدا ہوتی جاتی ہے اور بقدر استعداد اور مناسبت ذوقِ ایمانی جوش مارتا ہے اور انس اور شوق ظاہر ہوتا ہے اور التذاذ بذکر اللہ بڑھتا ہے اور انکی صحبتِ طویلہ سے بضرورت یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی ایمانی قوتوں میں اور اخلاقی حالتوں میں اور انقطاع عن الدنیا میں اور توجہ الی اللہ میں اور محبتِ الٰہیہ میں اور شفقت علی العباد اور وفا اور رضا اور استقامت میں اس عالی مرتبہ پر ہیں جس کی نظیر دنیا میں نہیں دیکھی گئی اور عقلِ سلیم فی الفور معلوم کر لیتی ہے کہ وہ بند اور زنجیر ان کے پاؤں سے اتارے گئے ہیں جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہیں اور وہ تنگی اور انقباض ان کے سینہ سے دور کیا گیا ہے۔ جس کے باعث سے دوسرے لوگوں کے سینے منقبض اور کوفتہ خاطر ہیں۔

ایسا ہی وہ لوگ تحدیث اور مکالمات حضرتِ احدیت سے بکثرت مشرف ہوتے ہیں اور متواتر اور دائمی خطابات کے قابل ٹھہر جاتے ہیں اور حق جل وعلا اور اس کے مستعد بندوں میں ارشاد اور ہدایت کے لئے واسطہ گردانے جاتے ہیں۔ ان کی نورانیت دوسرے دلوں کو منور کر دیتی ہیں اور جیسے موسمِ بہار کے آنے سے نباتی قوتیں جوش زن ہو جاتی ہیں ایسا ہی ان کے ظہور سے فطری نور طبائع سلیمہ میں جوش مارتے ہیں اور خود بخود ہر ایک سعید کا دل یہی چاہتا ہے کہ اپنی سعادت مندی کی استعدادوں کو بکوشش تمام منصۂ ظہور میں لاوے اور خوابِ غفلت کے پردوں سے خلاصی پاوے اور معصیت اور فسق و فجور کے داغوں سے اور جہالت اور بے خبری کی ظلمتوں سے نجات حاصل کرے سو ان کے مبارک عہد میں کچھ ایسی خاصیت ہوتی ہے اور کچھ اس قسم کا انتشارِ نورانیت ہو جاتا ہے۔ کہ ہر ایک مومن اور طالبِ حق بقدر طاقت ایمانی اپنے نفس پر بغیر کسی ظاہری موجب کے انشراح اور شوق دینداری کا پاتا ہے اور ہمت کو زیادت اور قوت میں دیکھتا ہے۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِبَدْرٍ هَاشِمِيٍّ عَرَبِيٍّ

(میری جان ہاشمی اور عربی چاند پر فدا ہو)

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِبَدْرٍ هَاشِمِيٍّ عَرَبِيٍّ — وَدَادُهُ قُرْبٌ نَاهِيكَ عَنْ قُرَبٍ

میری جان اس ہاشمی اور عربی چاند پر فدا ہو جس کی محبت قرب پر قرب کا ذریعہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی قرب نہیں ہو سکتا۔

نَجَّا الْوَرٰى مِنْ كُلِّ زُوْرٍ وَّمَعْصِيَةٍ — وَمِنْ فُسُوْقٍ وَّمِنْ شِرْكٍ وَّمِنْ تَبَبٍ

آپ نے مخلوق کو ہر قسم کے جھوٹ گناہ فسق شرک اور ہلاکت و تباہی سے نجات دی ہے۔

تَنَوَّرَتْ مِلَّةٌ كَانَتْ كَمَعْدُوْمٍ — ضُعْفًا وَرُجِمَتْ ذَرَارِي الْجَانِّ بِالشُّهُبِ

پس وہ ملت جو ضعف کی وجہ سے معدوم کی مانند تھی روشن کر دی گئی اور شیطان کی ذریت پر شہابوں سے سنگ باری کی گئی۔

وَزُحْزِحَتْ دُخْنًا غَشّٰى عَلٰى مِلَلٍ — وَسَاقَطَتْ لُؤْلُؤًا رَّطْبًا عَلٰى حَطَبٍ

اور مذاہب پر جو تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں وہ دور ہو گئیں اور سوکھی لکڑیوں پر تر و تازہ موتیوں کی مانند پھل لگے۔

وَنَضَّرَتْ شَجَرَ ذِكْرِ اللهِ فِيْ زَمَنٍ — مُحْلٍ يُمِيْتُ قُلُوْبَ النَّاسِ مِنْ لَغَبٍ

اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے درختوں کو اس خشک سالی کے موسم میں پھل لگے جو تھکن کے ساتھ دلوں کو مردہ بناتا تھا۔

فَلَاحَ نُوْرٌ عَلٰى أَرْضٍ مُكَدَّرَةٍ — حَقًّا وَمُزِّقَتِ الْأَشْرَارُ بِالْقُضُبِ

پس دلوں کی مردہ زمین میں نورِ حق ظاہر ہوا۔ اور شریر نیزوں سے پارہ پارہ کر دیئے گئے۔

وَمَا بَقِيَ أَثَرٌ مِنْ ظُلْمٍ وَّبِدْعَاتٍ — بِنُوْرِ مُهْجَةِ خَيْرِ الْعُجْمِ وَالْعَرَبِ

عرب و عجم سے برتر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نورِ قلب سے ظلم و بدعت کا نشان باقی نہ رہا۔

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پہلوانِ خدا اشہ لولاک

(آپ پہلوانِ خدا اور شہ لولاک ہیں)

خود بلطف و کرم گرفتش دست　　خنجرِ خویش بر میانش بست

اے خدا تونے اپنے لطف و کرم سے آپ کا بازو پکڑ لیا تونے اپنا خنجر آپ کی کمر میں باندھ دیا۔

جاں فشاں در ہمہ مواطنِ خیر　　مکن از یار التفات بغیر

ہر بھلائی کے موقعہ پر تو آپ پر اپنی جان فدا کر۔ اور اپنے اس یار کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کر

مصطفےٰ نائب و رسولِ خدا است　　بخدا ہست راہ او رہِ راست

محمد مصطفےٰ صلعم خداتعالےٰ کے نائب اور اس کے رسول ہیں اور خدا کی قسم آپ کا راہ ہی سیدھا راہ ہے

ہرچہ آورد از خدا آورد　　قدم خود برُوں ز حکم نہ بُرد

آپ جو کچھ لائے خداتعالےٰ کی طرف سے لائے اور آپ نے اپنا قدم خدا کے حکم سے باہر نہ رکھا۔

شد ہدایت ہمہ دریں محصور　　کہ ز آوردہ اش بجوئی نُور

ہر قسم کی ہدایت آپ کے اندر موجود ہے پھر تو آپ کے لائے ہوئے نور کے علاوہ کہاں سے نور حاصل کرے گا

آنچہ در وے ثواب آخرت است　　ہمہ مشروط با متابعت است

ہر وہ چیز جس سے ثواب آخرت ملتا ہے۔ وہ سب کی سب آپ کی متابعت کے ساتھ مشروط ہے۔

نورِ ایماں چکاں ز دامنِ پاک　　پہلوانِ خدا اشہِ لولاک

آپ کے دامنِ پاک سے نورِ ایمان ٹپک رہا ہے آپ پہلوانِ خدا اور شہِ لولاک ہیں۔

(۱۲۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نتیجہ میں برکات اور انوارِ الٰہیہ کا نزول

آپ کی اتباع کے نتیجہ میں نہ صرف اس دنیا میں بلکہ اخروی زندگی میں بھی رحمتوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز)

قرآن کریم یا اسلام کا یہ دعویٰ کہ میں ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ ہوں انسانی نفس کو اس کے کمالات تک پہنچانے والا ہوں یہ اس طرح پورا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود خدائے تعالےٰ کی نگاہ میں ایک ایسا پاک وجود ہے کہ اللہ تعالےٰ کی غیر محدود رحمتیں آپؐ پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کی صفات کے غیر محدود جلوے آپؐ پر ہر آن ظاہر ہوتے رہتے ہیں تو جو شخص بھی آپ سے محبت کرے گا آپ کے لئے برکت اور رحمت اور سلام چاہے گا۔ اللہ تعالےٰ اسے ذاتی محبت کے بدلے کے طور پر ان تمام فیوض سے حصہ رسدی دیا چلا جائیگا اور جب وہ شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل کچھ حاصل کرے گا اس عرفان کے ساتھ کہ یہاں سے غیر محدود برکتیں حاصل کی جاسکتی ہیں تو مزید برکتیں آپؐ سے حاصل کرنے کے لئے اس کے دل میں خواہش پیدا ہوگی اور وہ زیادہ جوش کے ساتھ اور زیادہ قلبی محبت کے ساتھ آپؐ پر درود بھیجنے لگے گا اور پھر زیادہ برکات کا اس پر نزول شروع ہو جائے گا۔

اور دوسرے قرآن کریم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ قرآن کریم کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ میں غیر محدود انوار کے، میں غیر محدود برکات کے، میں غیر محدود مقاماتِ قرب کے دروازے اپنے ماننے والوں اور قرآن کریم کی اتباع کرنے والوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والوں پر کھولتا ہوں چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورہ التحریم آیت ۹)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے فضل سے اسلام کی اتباع اور نبی کریم صلے اللہ

کی متابعت کے نتیجہ میں اس دنیا میں نور عطا ہوتا ہے۔ وہ نور جس طرح اس دنیا میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا ہے اور ان کی راہ نمائی کرتا ہے اور روحانی راہوں کو ان پر روشن کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح دوسری دنیا میں بھی یہ نور مومن سے جدا نہیں ہوگا اور یہ نہ سمجھ لینا کہ قرآن کریم کی کامل اتباع کے نتیجہ میں صرف اس دنیا میں غیر محدود رحمتوں کے دروازے کھلتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اور رحمتوں پر کوئی حد بندی نہیں لگائی جا سکتی۔ اس وقت بھی رحمتوں کے دروازے کھلے رہیں گے کیونکہ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ جو اس دنیا میں اندھا ہوگا وہ اس دنیا میں بھی بینائی کے بغیر ہوگا۔ یہاں اس کے مقابل یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ جو اس دنیا میں روشنی اور نور رکھتا ہوگا وہ اس دنیا میں بھی اس کے ساتھ جائے گا۔ اور یہ نہیں کہ اس دنیا میں روحانی ترقی کے دروازے تو ایسے شخص پر کھلے رہیں گے لیکن اس دنیا میں وہ بند ہو جائیں گے۔ اور وہاں جا کے فصل کٹنے کے بعد جو اس کے پھلوں کے کھانے کا وقت ہوگا۔ صرف ویسا ہی وقت ہوگا۔ پھر اور مزید ترقی اسے نہیں ملے گی۔ یہ بات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسانی روح کے لئے ایسے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ جو نور وہ قرآن کریم کی متابعت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس دنیا میں حاصل کرتا ہے۔ مرنے کے بعد بھی وہ اس کے ساتھ جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ وہاں بھی اس کی ترقیات کے دروازے کھولتا رہے گا اور اس کی راہوں کو روشن کرتا چلا جائے گا اور کہیں بھی روحانی ترقیات کی اس راہ نے ختم نہیں ہونا۔ کیونکہ بندے اور خدا کے درمیان جو مقامات قرب ہیں ان کی حد بندی اور تعیین کیسے کی جا سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"اس آیت میں یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ ہمارے نور کو کمال تک پہنچا۔ یہ ترقیات غیر متناہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا۔ پھر دوسرا کمال نظر آئے گا اس کو دیکھ کر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے۔ پس کمال ثانی کے حصول کے لئے التجا کریں گے۔ اور جب وہ حاصل ہوگا تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا ان پر ظاہر ہوگا۔ پھر اس کو ہیچ سمجھیں گے اور اس کی خواہش کریں گے۔ یہی ترقیات کی خواہش ہے جو اتمم کے لفظ سے سمجھی جا سکتی ہے۔ غرض اسی طرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائے گا۔ تنزل کبھی نہیں ہوگا۔"

("اسلامی اصول کی فلاسفی" روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۱۲، ۴۱۳)

تو قرآن کریم نے ایسا دعوےٰ بھی کیا، قرآن کریم نے ایسا کر کے بھی دکھایا۔ یعنی ہزاروں لاکھوں مقدس بندے خدا تعالیٰ کے اسلام میں ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام سے نور حاصل کر کے، جنہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سے روشنی حاصل کر کے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عشق سے ایک چنگاری لے کر ایسا نور حاصل کیا کہ وہ اس دنیا میں غیر متناہی ترقیات کے حامل [illegible]

ہے اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ۔ جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ وہ ایسی عجیب نعمتیں ہیں کہ ان کا تصور بھی انسان یہاں نہیں کر سکتا ۔

ہدایت کے چوتھے معنی جیسا کہ میں نے بتایا تھا انجام بخیر ہونے کے ہیں یعنی جنت کے مل جانے کے اور مقدس حیات کے حصول کے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ البقرۃ آیت ۶) کہ وہ لوگ جو قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں ۔ اس پر وہ مضبوطی سے قائم ہیں ۔ اور ان کے رب کی ربوبیت کاملہ نے جس کامل ہدایت کو نازل کیا وہ اس ہدایت کے اوپر قائم ہیں وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۔ فلاح عربی زبان میں کامل کامیابی کو کہتے ہیں کہ جس کے مقابلہ میں کوئی کامیابی کامیابی نہیں رہتی جس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ ہو ۔ جس میں کسی قسم کی کوئی خامی نہ ہو جو بھرپور کامیابی ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ جو لوگ اپنے رب کی (جو انسان کی ربوبیت کرتا ہوا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک خاص بلند مقام پر ان کو لے آیا ۔ اور کامل استعدادیں اور کامل صلاحیتیں ان کو عطا کیں ۔) ہدایت پر قائم ہیں ۔ وہ ایک حقیقی اور کامل فلاح اور کامیابی کو پاتے ہیں اور پہلی تمام امتوں سے آگے نکل جاتے ہیں ۔"

(روزنامہ الفضل ۱۴ مئی ۱۹۶۷ء)

کوئی روحانی فیض آنحضرتؐ کی اتباع کے بغیر نہیں مل سکتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

" ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ ادنےٰ درجہ صراطِ مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا ۔ چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں ۔ کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے ۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۳۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا توکّل علی اللہ

محترم مولانا عبد المالک خان صاحب قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ

ابتدائے آفرینش سے بنی نوع انسان کے لئے خدا تعالےٰ نے یہ قانون مقرر فرمایا ہے کہ وہ تعلیم کے سلسلہ میں نمونہ کا محتاج ہے اور خدا تعالےٰ نے ہمیشہ ہی انسانوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو نمونہ ٹھہرایا۔ البتہ جب نسل انسانی اس ارتقائی مقام پر پہنچ گئی کہ خدا تعالےٰ نے چاہا کہ سب قوموں کو ایک قوم بنا کر نسلِ انسانی میں وحدت پیدا کرے تو خدا نے ہمارے آقا محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خُلقِ عظیم کا وارث قرار دیا اور سب انسانوں کے واسطے آپ کو نمونہ ٹھہرایا تاکہ آپ کی اقتدا سے لوگ ان اخلاقِ فاضلہ اور کمالاتِ روحانیہ کو حاصل کریں جو انہیں مقرب بارگاہِ الٰہی بنا دیں۔ آپ جب مبعوث ہوئے تو آپ کی شدید مزاحمت ہوئی اور آپ یکہ و تنہا تھے نہ کوئی مونس و غمگسار تھا جو اس کام میں آپ کا مددگار ہوتا اور نہ کبھی آپ نے زندگی بھر کسی کام میں کسی انسان پر تکیہ کیا بلکہ آپ نے ہمیشہ ہر کام میں خدا ہی پر بھروسہ کیا اور آپ کو خدا تعالےٰ کی ذات پر کامل یقین اور وثوق تھا اور آپ ہمیشہ اس کو اپنا مددگار سمجھتے تھے۔ آپ کی شان قرآن کریم میں یوں بیان ہوئی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ اے لوگو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دیکھا اور دیکھا بھی خوب اچھی طرح اور جب آپ نے ہمیں دیکھا تو آپ کی نظر اِدھر اُدھر نہیں گئی بلکہ آپ کی نظر صحیح مقام پر پہنچی اور نہ ایسا ہوا کہ آپ کی نگاہ ورے رہ گئی ہو اور ہم پرے ہوں اور نہ ایسا ہوا کہ ہم ورے ہوں اور نگاہ پرے چلی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جو یقین اور توکّل آپ کو ذاتِ باری پر تھا اس کی نظیر کسی اور جگہ نہیں پائی جاتی۔ آپ نے لوگوں کو بھی جو پیغام دیا وہ بصیرت کے ساتھ دیا اپنی ذات میں خدا کو دیکھا اور پھر دکھایا۔ معرفتِ الٰہی سے آپ کا دل لبریز تھا اس لئے ہر لمحہ خدا کی ذات کو ہی قابلِ بھروسہ سمجھا اور اس پر توکّل کیا اور خدا نے بھی اس توکّل کی بابت جو آپ کو خدا کی ذات پر تھا یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ اے نبی آپ اعلان کر دیں حَسْبِیَ اللّٰہ میرا خدا میرے لئے کافی ہے اور لوگو میں تم کو بھی جو توکّل کرنے والے ہیں تعلیم دیتا ہوں کہ اسی کی ذات توکّل کے لائق ہے تم بھی اسی پر توکّل کرو۔

جب ہم آپ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہر شخص یہ جاننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آپ کو خدا پر جو توکّل تھا

اس کی مثال اور کسی نبی کی زندگی میں حاصل نہیں۔ توکل کا مفہوم آپؐ کے نزدیک یہ تھا کہ مسلسل جدوجہد حصول مقصد کیلئے ضروری ہے لیکن کامیابی کا مدار خدا کے فضل اور اس کے بھروسے پر ہے چنانچہ آپؐ کی زندگی عمل پیہم تھی۔ ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ آپؐ کی زندگی اس قدر معروف ہے کہ دنیا میں کوئی انسان اس قدر کام کرنے والا نظر نہیں آتا۔ پانچوں وقت نمازیں پڑھاتے ہیں قرآن کریم یاد کراتے ہیں اس کی تفسیر سکھلاتے ہیں۔ قاضی ہیں لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ محتسب ہیں اس بات کی نگرانی رکھتے ہیں کہ لوگوں کے معاملات درست رہیں۔ غریبوں کا کام کرتے ہیں۔ قومی خزانے کا صحیح استعمال کرتے ہیں۔ جرنیل ہیں فوج کی کمان کرتے ہیں۔ انسٹرکٹر ہیں فوجی ہنر قوم کو سکھاتے ہیں۔ مسلم وغیر مسلم کے تنازعات کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ گھر میں جاتے ہیں بیویوں کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ غرض آپؐ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ آپؐ صادق القول کی طرح خدا پر ایمان کا اپنے عمل سے ثبوت دیتے ہیں۔ لیکن اتنے اعمال کے باوجود بھی خدا تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتے اور یوں آپ نے واضح کر دیا کہ توکل بے کار بیٹھ جانے یا ترک عمل کا نام نہیں ہے بلکہ مسلسل جدوجہد کے باوجود اپنی کامل کامیابی کے لئے خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ کرنا حقیقی توکل ہے۔ اور آپؐ کی زندگی کے بے شمار واقعات اس امر پر شاہد ہیں کہ آپؐ کو اپنے مشن میں خدا پر بھروسہ کی وجہ سے کامیابی کا پورا یقین تھا چنانچہ چند واقعات ایسے پیش کئے جاتے ہیں جن سے آپؐ کے اس توکل کا پتہ چلتا ہے جو آپؐ کو خدا تعالیٰ کی ذات پر تھا۔

جب اہل مکہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے توحید کا پیغام پہنچانا شروع کیا اور لوگوں کو دعوت دی کہ وہ خدائے واحد پر ایمان لائیں اور پتھر کے بتوں کی پرستش چھوڑ دیں کہ یہ بالکل بے کار ہیں تو لوگوں نے آپ کی شدید مخالفت کی اور آپؐ کے ماننے والوں کو انتہائی دُکھ دیئے گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان تمام دکھوں کو برداشت کرتے رہے لیکن پیغامِ حق کو پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہ فرمائی۔ جب یہ تعلیم بار بار مکہ والوں کو سنائی جانے لگی اور شریف الطبع لوگ اسلام کی طرف راغب ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو اہلِ مکہ کو سخت اشتعال آیا اور انہوں نے مخالفت تیز تر کر دی اور جب دیکھا کہ مخالفت سے بھی حق کی آواز نہ دبی تو انہوں نے نئے طور طریق اختیار کئے چنانچہ ایک دن مکہ کے سردار جمع ہو کر آپؐ کے چچا ابوطالب کے پاس آئے۔ اور ان سے کہا آپ ہمارے رئیس ہیں۔ آپ کی خاطر ہم نے آپ کے بھتیجے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو کچھ نہیں کہا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ آپ کے ساتھ ہم آخری فیصلہ کریں یا تو آپ اسے سمجھائیں اور اس سے پوچھیں کہ وہ چاہتا کیا ہے؟ اگر خواہش عزت ہے تو ہم اپنا سردار بنانے کو تیار ہیں۔ اگر دولت کی خواہش ہے تو ہر شخص اسے مال دینے کو تیار ہے اور اگر شادی کی آرزو ہے تو مکہ کی جو لڑکی اسے پسند ہو ہم اس سے بیاہ کرا دیں گے اور اس

کہے کہ خدا ایک ہے ۔ لیکن ہمارے بتوں کو برا نہ کہے اس پر ہماری صلح ہو جائے گی۔ آپ اسے آمادہ کریں کہ وہ یہ مان لے بصورت دیگر آپ کو اپنے بھتیجے کا ساتھ چھوڑ کر قوم کا ساتھ دینا پڑے گا۔ ابو طالب یہ سنکر بے تاب ہو گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور قوم کا پیغام سنایا۔ آپ نے یہ پیغام سنکر فرمایا۔ اے میرے چچا میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنی قوم کو چھوڑ دیں اور میرا ساتھ دیں۔ آپ بے شک میرا ساتھ چھوڑ دیں اور اپنی قوم کے ساتھ مل جائیں لیکن مجھے خدائے واحد لاشریک کی قسم ہے کہ اگر سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں لا کر کھڑا کردیں تب بھی میں خدا کی توحید کا وعظ کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ میں اپنے کام میں لگا رہوں گا جب تک خدا مجھے موت دے۔ آپ اپنی مصلحت کو خود سوچ لیں۔ آپ کا یہ ایمان سے پُر اور اخلاص سے بھرا ہوا جواب ایسا تھا کہ ابو طالب کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے کہا کہ اے میرے بھتیجے جا اور اپنا فرض ادا کرتا رہ۔ اگر قوم مجھے چھوڑنا چاہتی ہے تو بے شک چھوڑ دے میں تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔ (ابن ہشام جلد اول ص۸۸)

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف بڑی بڑی سازشیں اور بڑی بڑی شورشیں ہوئیں جس کی بنا پر خدا کے حکم سے آپؐ کو اپنے وطن مالوف مکہ معظمہ کو چھوڑنا پڑا۔ آپ نے مکہ سے نکلتے وقت فرمایا اے مکہ تو مجھے تمام شہروں سے زیادہ عزیز تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ تجھے چھوڑوں مگر تیرے رہنے والوں نے مجھے ٹھکرا دیا انہوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ وہ اس برکت کو اپنے درمیان رہنے دیں اس لئے میں اب تجھے چھوڑ کر چلا ہوں (سیرت الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳)

آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپؐ انہیں لے کر غارِ ثور میں پہنچے ادھر مکہ میں یہ اعلان کردیا گیا کہ جو آپ کو زندہ یا مردہ واپس لے آئے گا اس کو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ عرب کے کھوج لگانے والے ماہرین اونٹوں کے لالچ میں نکل کھڑے ہوئے اور تلاش کرتے کرتے ثور پہاڑ پر پہنچ گئے اور کھوجی نے کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اس جگہ تک آئے ہیں اور ممکن ہے اس غار کے اندر چلے گئے ہوں لیکن دوسرے لوگوں نے جب یہ بات سنی تو ہنس پڑے اور کہا کہ کیسی احمقانہ بات ہے۔ غار کے منہ پر تو مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے اگر وہ اندر گئے ہوتے تو جالا ٹوٹ نہ جاتا۔ اس پر اس نے کہا کہ اگر وہ غار کے اندر نہیں گئے تو پھر یقیناً آسمان پر چلے گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ نے جب ان کے قدموں کو دیکھا تو آہستہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ دشمن سر پر آپہنچا ہے تو آپؐ نے فرمایا:-

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

ابوبکر ڈرو نہیں خدا ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنی ذات کے لئے نہیں ڈرتا میں تو ایک معمولی انسان ہوں یا رسول اللہ مجھے تو یہ خوف ہے کہ آپ کی جان کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ آپؐ نے

فرمایا کوئی پرواہ نہیں۔ یہاں ہم دو ہی نہیں بلکہ تیسرا ہمارے ساتھ خدا بھی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا بتاتے ہیں کہ آپؐ کو خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ تھا اور توکل کا یہ مقام ایسا شاندار ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

(۳) خدا تعالیٰ پر جو توکل آپؐ کو حاصل تھا اس کی ایک اور مثال اس واقعہ سے ملتی ہے جبکہ کفار قریش نے یہ سمجھ لیا کہ ہم مسلمانوں سے کھلے بندوں مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے آئندہ چوری چھپے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی چنانچہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مار کر ہی واپس آؤں گا وہ گھر سے چلا اور چوری چھپے مدینہ کے قریب پہنچ گیا جہاں اسلامی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آرام کرنے کے لئے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ صحابہؓ بھی اس خیال سے کہ ہم اپنے علاقہ میں آگئے ہیں اردگرد جنگل میں پھیل گئے۔ اور اتفاقاً اس وقت کوئی شخص رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ رہا۔ آپؐ نے اپنی تلوار اسی درخت کی ایک شاخ سے لٹکا دی تھی۔ اس دشمن شخص نے موقعہ کو تاڑا اور قریب آیا آپؐ کی تلوار اٹھالی اور حضورؐ کو جگا کر کہنے لگا کہ میں آپ کو مارنے کی قسم کھا کر آیا ہوں۔ اب آپ مرنے کیلئے تیار ہو جائیں اور کہنے لگا کہ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے آپؐ نے لیٹے لیٹے نہایت اطمینان اور وثوق سے فرمایا اللہ آپکی زبان سے یہ لفظ نکلنا تھا کہ اس کا ہاتھ کانپ گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آپؐ نے تلوار اٹھا کر فرمایا کہ بتاؤ اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ کہنے لگا آپ ہی رحم فرما دیجئے آپؐ کے سوا کون بچا سکتا ہے۔ (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۵)

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر آپ کو کتنا یقین اور وثوق تھا۔

(۴) اسی طرح آپ کے شاندار توکل کا اس واقعہ سے بھی پتہ لگتا ہے جو غزوۂ حنین میں پیش آیا جب مسلمانوں کا لشکر دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ اس وقت دشمن کے تیر انداز اس راستے پر چھپے بیٹھے تھے جہاں سے اسلامی لشکر نے گزرنا تھا۔ چنانچہ جونہی مسلمان وہاں سے گزرنے لگے تو ماہر تیر اندازوں نے دائیں بائیں سے ہزاروں تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ حدیث العہد مسلمان جو صرف قومی جذبے سے مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہوئے تھے ابھی ان میں کمزوری پائی جاتی تھی وہ بے تحاشا میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے جن کے بھاگنے کی وجہ سے پیچھے آنیوالے گھوڑے بھی بدک گئے۔ اور تمام اسلامی لشکر تتر بتر ہو گیا۔ یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ حضرت عباسؓ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور عرض کیا کہ اب واپس چلیں دوبارہ اسلامی لشکر جمع کر کے پھر حملہ کیا جائے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے نبی میدانِ جنگ سے پیٹھ نہیں موڑا کرتے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور ایڑی لگا کر دشمن کے سامنے گھوڑا آگے بڑھا دیا اور فرمایا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ٭ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

مَیں خدا کا نبی ہوں مگر میرے نڈر ہوکر ہزاروں تیر اندازوں کے مقابلے میں آگے بڑھنے کو دیکھ کر مجھے خدا نہ سمجھنا۔ میں عبد المطلب کا ہی بیٹا ہوں۔ آپ کو خدا تعالےٰ کی ذات پر پورا پورا توکل نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ آپ حضرت عباسؓ کی بات مان لیتے۔ لیکن آپ کا یہ جرأت مندانہ اقدام اس توکل کی بدولت تھا جو آپ خدا تعالےٰ کی ذات پر رکھتے تھے۔

غرض یہ اور اس قسم کے بہت سارے واقعات آپ کی سیرت طیبہ کے ایسے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا توکل اللہ تعالےٰ کی ہی ذات پر تھا۔ پس ہمارے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں یہ نمونہ ملتا ہے کہ سچا مومن وہی ہے کہ ایک طرف احکام الٰہی کی بجا آوری میں سعی پیہم کرے اور خدا تعالےٰ کی ذات پر کامل بھروسہ رکھے۔ کیونکہ تمام کامیابیوں کی جڑ توکل علی اللہ ہے۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے فرمایا:۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورہ توبہ آیت ۵۱)

کہ مومن اللہ تعالےٰ پر ہی توکل کریں ٭

فضل ہمیشہ خدا کی طرف سے آتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"فضل ہمیشہ خدا کی طرف سے آتا ہے۔ ہزار تدبیر کرو ہرگز کام نہ آوے گی جب تک آنسو نہ بہیں۔ سانپ کے زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اس کا تریاق دعا ہے جس کے ذریعے سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے جو دعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان کے قریب ہوا۔"

(ملفوظات جلد ششم ص۳۷۰)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر شفقت

(مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر سکوٹری مجلس نصرت جہاں ربوہ)

خدائے رب العالمین نے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا آپؐ بڑوں کے محسن بھی تھے۔ آپؐ چھوٹوں کے محسن بھی تھے۔ آپؐ جوانوں کے محسن بھی تھے۔ آپؐ بچوں کے محسن بھی تھے۔ مگر جس قدر آپ کے احسانات بچوں کی دنیا پر ہیں ان کا شمار نہیں۔ میں ان کا ایک مختصر سا جائزہ پیش کرتا ہوں۔

ایک بے نظیر اعلان

بے گناہ بچے کی ہستی کو ایک طرف عیسائیت نے حضرت آدم و حوا کے گناہ کی پاداش میں گنہگار بنا دیا تھا تو دوسری طرف ہندومت نے تناسخ کے چکر میں جکڑ کر بے چارے کے لئے ترقیات کے راستے مسدود کر دیئے تھے ہاں مگر بچوں کے سچے نجات دہندہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم وہ مبارک وجود ہیں جنہوں نے یہ اعلان فرمایا۔ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ۔ کہ جو بچہ بھی اس دنیا میں جنم لیتا ہے وہ سچی اور صحیح فطرت لے کر دنیا میں آتا ہے اس کے والدین یا اس کا ماحول جس رنگ میں اس کو تربیت دے گا وہ اسی رنگ کو اختیار کرے گا۔ گویا بچے کے لئے جسمانی، اخلاقی اور روحانی ترقیات کے لامتناہی دروازے کھول دیئے اور اس میں محد و معاون اس کے والدین کو قرار دیا ہے۔ پھر اس اہم کام کو سرانجام دینے کے لئے جو ذرائع آپ نے بتلائے ہیں وہ بھی بے مثال ہیں۔

پیدائش سے پہلے

ہمارے آقا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بچوں پر شفقت کرنی اس وقت بھی سکھائی جبکہ والدین اپنی باہمی ملاقات کے ذریعہ بچہ کی بنیاد ہی ڈالتے ہیں اور یہ دعا کرنے کا حکم دیا

اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا (بخاری)

کہ اے اللہ ہم تیرے حکم اور رضا کی خاطر نسل کی بقا کی کوشش میں ہیں تو ہی ہمیں اور ہماری کوشش کے نتیجہ میں آنے والے بچے کو ہلاک کرنے اور جلانے والے شیطان سے بچائیو اور پھر بچہ کی پیدائش تک رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ۔ (قرآن مجید) (اے میرے پروردگار تو مجھے صالح اور نیک اولاد سے نواز) والی دعا ورد کرتے رہنے کی تلقین کی

پیدائش پر عملی اقدام

پھر جونہی بچہ جنم لیتا ہے اور اس کی آمد کا اعلان ہوتا ہے تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے کے ذریعہ سے اللہ اکبر اور محمد رسول اللہ کی صدا اس کے ننھے سے ٹیپ ریکارڈ پر ٹیپ کر دینے کا حکم ہے۔ گویا بچے کی تعلیم اور تربیت پہلے دن سے ہی شروع کرا دی۔ کیونکہ العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر کہ بچپن میں جو بات بچے کے ذہن نشین کرادی جائے پتھر کی لکیر کی طرح پکی ہو جاتی ہے کا یہی تقاضا تھا۔ پھر یہ بھی تو مشہور ہے

تَهْذِيبُ الْأَطْفَالِ خَيْرُ الْأَشْغَالِ

کہ بچے کی تعلیم و تربیت کرنی کوئی بچوں کا کھیل نہیں بلکہ یہ دنیا کے سب کاموں میں سے بہترین فریضہ ہے۔

بچوں سے محبت

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم بچوں پر نہایت درجہ شفقت فرماتے تھے معمول تھا کہ سفر سے تشریف لاتے تو راستہ میں جتنے بچے بھی ملتے ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ سواری کے آگے یا پیچھے بٹھا لیتے۔ اسی طرح راستے میں جو بچے مل جاتے ان کو خود سلام کرتے۔ (ابوداؤد)

ہجرت کے موقعہ پر جب مدینہ منورہ میں آپ داخل ہو رہے تھے تو انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں خوشی سے دروازوں سے نکل نکل کر گیت گا رہی تھیں۔ جب آپ کا ادھر سے گزر ہوا تو فرمایا اے لڑکیو تم مجھے پیار کرتی ہو۔ سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا میں بھی تمہیں پیار کرتا ہوں (سیرت النبی جلد اول)

آپ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو فرماتے میرے بچوں کو لانا۔ وہ صاحبزادوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو لاتیں۔ آپ ان کو چومتے اور سینے سے لپٹاتے۔

ایک دفعہ آپؐ حضرت حسینؓ کا منہ چوم رہے تھے تو عرب کے رئیس اقرع بن حابس نے دیکھ لیا اور عرض کی کہ میرے تو دس بچے ہیں میں نے کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ حضورؐ نے فرمایا اگر اللہ تعالےٰ نے تمہارے دل سے محبت کو چھین لیا ہے تو میں کیا کروں۔ (بخاری و مسلم)

پھر ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ امام حسنؓ یا حسینؓ آپؐ کے قدم پر قدم رکھ کر کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا اوپر چڑھ آؤ۔

انہوں نے آپؐ کے سینہ پر قدم رکھ دیئے۔ آپؐ نے منہ چوم کر فرمایا اے خدا! اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی رکھ (ادب المفرد) ۔۔۔ پھر ایک بار آپؐ کہیں دعوت پر جا رہے تھے۔ امام حسینؓ راستے میں کھیل رہے تھے۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلا دیئے اور وہ ہنستے ہوئے پاس آ آ کر آگے نکل جاتے تھے۔ بالآخر آپؐ نے ان کو پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ ٹھوڑی اور دوسرا ہاتھ سر پر رکھ کر سینہ سے لپٹا لیا۔ پھر فرمایا کہ "حسین میرا ہے اور میں اس کا ہوں"۔ لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضورؐ صرف اپنے گھر کے بچوں سے ہی پیار کرتے تھے۔ نہیں نہیں بلکہ سبھی بچے آپ کی شفقت سے حصہ پاتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ صحابیؓ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنے گھر کی طرف چلے۔ میں بھی ساتھ ہولیا۔ کہ دوسری طرف سے چند اور لڑکے نکل آئے۔ آپؐ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا (مسلم) پھر یہی نہیں کہ آپؐ بچوں سے پیار کرتے تھے۔ بلکہ ماں بچے کی محبت کے واقعات سے آپؐ بہت متاثر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک نہایت غریب عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی۔ دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی ساتھ تھیں۔ اس وقت حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایک کھجور پڑی تھی وہی اٹھا کر دے دی۔ عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کئے اور دونوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا جس کو خدا اولاد کی محبت میں ڈالے اور وہ ان کا حق بجا لائے تو وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا (بخاری)

حضرت انسؓ شہادت دیتے ہیں کہ میں نے کسی کو اپنے خاندان سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جس قدر آپ کرتے تھے۔ آپؐ کے صاحبزادے ابراہیم عوالی میں پرورش پاتے تھے جو مدینہ سے تین چار میل ہے۔ ان کے دیکھنے کے لئے آپ مدینہ سے پیادہ جاتے۔ گھر میں دھواں ہی دھواں ہوتا تھا۔ مگر آپؐ گھر کے اندر جاتے۔ بچہ کو انا کے ہاتھ سے لے لیتے اور منہ چومتے پھر مدینہ کو واپس آجاتے۔ (صحیح مسلم)

بچوں کی تربیت

بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ایک اہم ارشاد خداوندی ہے

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (بنی اسرائیل)

کہ بچوں کی تعلیم و تربیت میں کسی قسم کے خوف کی وجہ سے ہرگز کوئی کمی نہ آنے دی جائے۔ ہمارے آقا کی زندگی کے مختلف واقعات اس اہم ذمہ داری کو ادا کرنے کا طریق بتاتے ہیں۔ مثلاً اسلامی تعلیم و تربیت کے لئے اولین سیڑھی ہے وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (طٰہٰ) کہ اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دو۔ چنانچہ آپؐ نے سات سال کے بچوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

تو مسجد میں تو اس سے کم عمر بچے بھی پہنچ جاتے تھے۔ جیسے حضرت ابو قتادہؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ مسجد نبوی میں حاضر تھے کہ دفعۃً رسول اللہ اپنی نواسی امامہ کو کندھے پر چڑھاتے ہوئے تشریف لائے اور اسی حالت میں نماز پڑھائی۔ جب رکوع میں جاتے تو ان کو اتار دیتے تھے۔ پھر جب کھڑے ہوتے تو چڑھا لیتے۔ اسی طرح پوری نماز ادا کی (نسائی۔ بخاری)

اسی طرح حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ ہوتا ہے کہ دیر سے ختم کروں گا۔ دفعۃً صف سے کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی ہوگی (بخاری کتاب الصلوٰۃ) گویا مسجد اسلامی تربیت گاہ ہے اور مسجد میں آنے والے انہی بچوں میں سے معوذ اور معاذ نکلے جنہوں نے کم عمری میں کفار مکہ کے سردار ابو جہل کو کیفر کردار تک پہنچایا تھا۔ پھر انہی بچوں میں سے حضرت اسامہؓ تھے جن کو آغاز جوانی میں مسلمانوں کے لشکر کا کمانڈر مقرر کیا گیا تھا۔ یقیناً ان ہونہار بچوں کو دیکھ کر مسلمانوں کو خوشی ہوتی ہوگی کہ ان کی دعا

وَهَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ (فرقان)

کا وہ بہترین ثمرہ ہیں

بچوں کے حقوق

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر شفقت کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ بچوں کے حقوق کا بے حد خیال رکھتے تھے بلکہ ہر ممکن ذریعہ سے اُس کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ مثلاً آپؐ کا معمول تھا کہ جب کوئی دوست فصل کا نیا میوہ حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کرتا تو حاضرین میں سے جو سب سے کم عمر ہوتا آپ اس کو سب سے پہلے عنایت فرماتے (معجم صغیر طبرانی) حدیثوں میں آتا ہے کہ جب آپؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو جس جگہ آپؐ کی اونٹنی کھڑی ہوئی تھی وہ دو یتیموں کی جگہ تھی اور وہ بھی آپؐ کے خدام ہی تھے اور ہر طرح آپ پر جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار تھے اور بطور ہبہ کے وہ زمین پیش کرتے تھے مگر باوجود اس کے کہ آپؐ اہل مدینہ کے مہمان تھے اور وہ لڑکے مہمان نوازی کے ثبوت میں آپؐ کو زمین مفت دینا چاہتے تھے۔ آپؐ نے اس کے مفت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر کیا آپؐ صرف مسلمان بچوں کے حقوق کا ہی خیال رکھتے تھے نہیں نہیں بلکہ مشرکین کے بچوں کا بھی آپؐ کو فکر رہتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک غزوہ میں چند بچے جھپٹ میں آ کر مارے گئے۔ آپؐ کو خبر ہوئی تو نہایت آزردہ ہوئے ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ وہ مشرکین کے بچے تھے آپؐ نے فرمایا مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے [illegible]

شفقت کا ایک اور پہلو

بچوں کی محبت میں بعض لوگ بچوں کی خاطر ناپسندیدہ حرکات اور ناجائز کاموں کو بھی جائز قرار دے لیتے ہیں اور اس طرح سے بچوں کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جاتے ہیں جس کا ذکر قرآنی آیت اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ (التغابن) میں ہے۔ مگر ہمارے آقا کا طریق ایسا نہ تھا مثال کے طور پر دو واقعات عرض کرتا ہوں

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کھجور کے کٹنے کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی جاتی تھیں۔ ہر ایک شخص اپنی اپنی کھجوریں لاتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھیر کر دیتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت حسنؓ اور حسینؓ ان کھجوروں سے کھیلنے لگے اور ان میں سے ایک نے کھجور لی اور منہ میں ڈال لی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تجھے علم نہیں کہ آلِ محمدؐ صدقہ نہیں کھایا کرتے اور ساتھ ہی منہ میں انگلی ڈال کر وہ کھجور نکال دی۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

تاریخ بتاتی ہے کہ حضور کی زندگی میں آپؐ کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی آپ سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں آپؐ فاطمہؓ کے پاس جاتے اور سفر سے واپس آتے تو جو شخص سب سے پہلے باریاب خدمت ہوتا وہ بھی حضرت فاطمہؓ ہی ہوتیں۔ ایک دفعہ کسی غزوہ میں گئے۔ اسی اثناء میں حضرت فاطمہؓ نے دونوں صاحبزادوں کے لئے چاندی کے کنگن بنوائے اور دروازہ پر پردے لٹکائے۔ آنحضرتؐ واپس تشریف لائے تو خلاف معمول حضرت فاطمہؓ کے گھر نہیں گئے وہ سمجھ گئیں۔ فوراً پردوں کو چاک کر ڈالا اور صاحبزادوں کے ہاتھ سے کنگن لے کر بازار میں بھیج دیئے۔

ایک اور صحابی کا واقعہ بھی دلچسپی کا باعث ہوگا ان کا بیان ہے کہ بچپن میں انصار کے نخلستان میں چلا جاتا اور ڈھیلے مار مار کر کھجوریں گراتا اور کھاتا۔ لوگ مجھے پکڑ کر حضور کی خدمت میں لے گئے۔ آپؐ نے پوچھا ڈھیلے کیوں مارتے ہو۔ میں نے کہا کھجوریں کھانے کے لئے۔ ارشاد فرمایا جو زمین پر ٹپکتی ہے ان کو اٹھا کر کھا لیا کرو مگر ڈھیلے نہ مارا کرو۔ یہ کہہ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ (ابوداؤد)

بچوں سے مذاق

بچوں پر شفقت کا ایک حسین پہلو آپؐ کی زندگی میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ آپؐ بچوں کے احساسات کا خیال رکھتے تھے۔ ابوداؤد میں روایت آتی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ کمسنی میں بیاہ کر آئی تھیں محلہ کی لڑکیوں کے ساتھ وہ کھیلا کرتی تھیں۔ آپؐ جب گھر تشریف لاتے تو لڑکیاں آپؐ کا لحاظ کر کے ادھر ادھر چھپ جاتیں مگر آپؐ انہیں تسلی دیتے

[illegible] کھیلنے کو کہتے ہیں حضور کی تعلیم و تربیت کا منشاء یہ تھا کہ یہ بچوں سے کھیلنے والی [illegible] امت محمدیہ کو نصیحت [illegible]

سکھانے والی بن گئی۔

بخاری میں روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ خالد بن سعد رضی خدمت اقدس میں آئے۔ ان کی چھوٹی لڑکی بھی ساتھ تھی اور سرخ رنگ کا کرتہ بدن پر تھا۔ آپ نے فرمایا سنتہ سنتہ (حبشہ کی زبان میں حسنہ کو سنتہ کہتے تھے) اور چونکہ اس بچی کی پیدائش حبشہ میں ہوئی تھی، اس لئے آپ اس مناسبت سے حبشی لفظ میں حسنہ کی بجائے سنتہ کہتے تھے)
پھر ہوا یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت پر جو مہر نبوت تھی وہ ابھری ہوئی تھی اور بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ جو غیر معمولی چیز نظر آئے تو اس سے کھیلنے لگ جاتے ہیں۔ وہ بچی بھی مہر نبوت سے کھیلنے لگی۔ حضرت خالد رضی نے ڈانٹا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے روکا اور فرمایا کہ کھیلنے دو۔ اسی طرح کبھی ظرافت کی باتیں کرتے تو حضرت انس رضی کو یوں پکارتے "او دو کان والے" (شمائل ترمذی)

مختصر یہ کہ امت کا حقیقی اعظم آئندہ آنے والی قوم کی نئی پود کو نہ جسمانی لحاظ سے نظر انداز کرتا نہ ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کرتا۔ بچوں کی تربیت میں بڑی حکمت، بہت پیار اور بے حد محبت کا انداز ہوتا بچوں پر شفقت کے کچھ پہلو آپ نے پڑھے یہی وہ نمونہ نبوی ہے جس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" کہ اے مومنو! تمہارے لئے قابل تقلید نمونہ اللہ تعالےٰ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے جس کے بہترین ہونے کی شہادت آج کے سائنس دان اور نفسیات کے ماہر بھی دیتے رہے ہیں ۔۔۔ اے خدا! ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اس نمونہ کی عملی تصویر پیش کرنے والے بنیں آمین

نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے،

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"نماز ہرگز خدا کے غضب کا ذریعہ نہیں ہے جو اسے منحوس کہتے ہیں ان کے اندر خود زہر ہے۔ جیسے بیمار کو شیرینی کڑوی لگتی ہے ویسے ہی ان کو نماز کا مزا نہیں آتا۔ یہ دین کو درست کرتی ہے اخلاق کو درست کرتی ہے۔ دنیا کو درست کرتی ہے۔ نماز کا مزا دنیا کے ہر ایک مزے پر غالب ہے" (ملفوظات جلد ششم ص۴۲۰)

بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک

مکرم مولوی عبد المجید صاحب زعیم اعلیٰ انصار اللہ علاقہ مارٹن روڈ کراچی

اسلام کو جن باتوں میں دوسرے مذاہب پر فوقیت حاصل ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ مکمل ضابطۂ حیات ہے اس آیت کریمہ میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ وہ تمام باتیں جن کا تعلق دین سے ہے پوری طرح بیان کر دی گئی ہیں اور کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جو کسی پہلو سے تشنۂ تکمیل ہو۔ اسلام کی تعلیم شریعت کے دونوں احکام یعنی حقوق اللہ و حقوق العباد کے لحاظ سے اکمل و اتم ہے۔ حقوق العباد میں وہ سب باتیں شامل ہیں جو معاشرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایک صحت مند معاشرہ اسی وقت معرض وجود میں آسکتا ہے جب اس کے سب اجزاء ٹھیک طور پر کام کر رہے ہوں۔ اسلامی تعلیم کی یہ خوبی ہے کہ اس میں نہ صرف افراد کے حقوق و فرائض کی تعیین کر دی گئی ہے بلکہ وہ اپنے ماننے والوں میں محبت و اخوت کا ایسا بے پناہ جذبہ پیدا کر دیتا ہے جو قانون کے نفاذ سے پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ اور جس کے نتیجہ میں فتنے اور فساد مٹ جاتے ہیں حق تلفیوں اور بے انصافیوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور یہ زمین رہنے والوں کے لئے جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔

معاشرہ کا ایک حصہ میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔ چونکہ یہ رشتہ بڑا نازک ہے۔ جلد بازی، غلط فہمی اور عدم توجہی کے باعث گھر کا امن برباد ہو جاتا ہے اور زندگی تلخ ہو جاتی ہے اس لئے قرآن مجید نے تفصیل کے ساتھ ہدایات دی ہیں جو ازدواجی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اسلام کے ظہور سے قبل عورت (جن میں بیویاں بھی شامل تھیں) کو سماجی دنیاوی لحاظ سے کوئی مرتبہ حاصل نہ تھا۔ ہر طرف عورتوں پر ظلم و ستم ڈھائے جاتے تھے۔ عورت کے وجود کو شیطانی ہتھیار سمجھا جاتا تھا۔ اس کے وجود کی تحقیر و تذلیل کی جاتی تھی۔ بعض قومیں تو لڑکی کے پیدا ہوتے ہی اس کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتی تھیں۔

اسلام نے عورت کو تمام قید و بند سے آزاد کیا اور حکم دیا کہ عورت بھی اللہ تعالیٰ کی ویسی ہی مخلوق ہے جیسے مرد۔ قومی و ملی ذمہ داریوں میں مرد اور عورت کو برابر کا شریک قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے دروازے دونوں کے لئے کھول دیئے اور فرمایا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ - اُولٰٓئِكَ

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا

یعنی خواہ مرد ہوں یا عورتیں اگر وہ مومن ہیں اور نیک اعمال بجا لاتے ہیں تو وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہو گا۔ اسلام نے اس بوسیدہ خیال کو جڑ سے اکھیڑ دیا کہ بیوی صرف مرد کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات کے متعلق فرمایا۔

خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (روم)

اللہ تعالیٰ نے تمہاری جنس سے ہی بیوی کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ تمہارے لئے سکینت۔ محبت اور رحمت کا موجب بنے۔ پس بیوی خاوند کی خدمتگزار نہیں۔ بلکہ اس کی اہلی زندگی کو خوشگوار بنانے اور اس کو سکون اور اطمینان بخشنے کا ذریعہ ہے اور اس کے وجود سے ہی انسان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا وارث بن سکتا ہے۔ میاں بیوی کے حقوق کے متعلق نصیحت فرمائی کہ تمہارا رشتہ ایک بڑا اہم رشتہ ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہو اور دونوں کے حقوق برابر ہیں فرمایا۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ) تم دونوں کے لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے لئے لباس کا کام دیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے عیب چھپائیں۔ دوسرے یہ کہ ایک دوسرے کے لئے زینت کا موجب بنیں۔ تیسرے یہ کہ جس طرح لباس سردی گرمی کے ضرر سے انسانی جسم کو محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح میاں بیوی سکھ دکھ کی گھڑیوں میں ایک دوسرے کے کام آئیں اور پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کے لئے دلجمعی اور سکون کا باعث بنیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مثال اس معاملہ میں قابلِ تقلید ہے۔ انہوں نے شادی کے بعد اپنا سارا مال حضرت سرورِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تاکہ حضور کو مال نہ ہونے کی وجہ سے کوئی دقت پیش نہ آئے۔ اور حضور اطمینان کے ساتھ خدمتِ خلق اور اعلائے کلمۃ اللہ کے کاموں میں بھرپور حصہ لیتے رہیں۔ یہ اہلی زندگی کو خوشگوار رکھنے کا کتنا شاندار نمونہ ہے۔ بیوی کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ جس طرح عورتوں پر بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ ویسے ہی دستور کے مطابق انہیں بھی کچھ حقوق حاصل ہیں جس طرح عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ اسی طرح خاوندوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق ادا کریں اور اس بارے میں کسی قسم کا ناروا پہلو اختیار نہ کریں۔ البتہ جہاں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حقوق کی پوری پوری طرح حفاظت فرمائی وہاں یہ بھی واضح کر دیا وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ یعنی حقوق کے لحاظ سے تو میاں بیوی میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن انتظامی لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر ایک حق فوقیت حاصل ہے۔ جس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرما دی فرمایا۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِہِمْ

یعنی مردوں کو عورتوں پر ایک جزوی فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ وہ ان کی ضروریات مہیا کرنے والا ہے۔ ان کا نگران اور ان کی تربیت کا ذمہ دار ہے۔ حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حسن سلوک قرآن مجید کے انہی احکامات وہدایات کے عین مطابق تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ

تم سب سے وہ اچھا ہے جو بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں تم سے بڑھ کر اپنی اہل کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔

ایک شخص کی گھر کی زندگی اس کی سیرت وکردار کا آئینہ ہوتی ہے۔ اس کسوٹی پر جب ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو جانچیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کا جو پہلو نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور کے اہل بیت کا رات دن کا مشغلہ بھی وہی ہوتا جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے رات دن کا مشغلہ ہوتا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی باہر کی زندگی کی طرح حضور کی گھر کی زندگی بھی ان تمام کیفیات سے معمور اور پُر رونق ہوتی تھی جس سے انسانی زندگی کو معمور اور پُر رونق ہونا چاہیئے۔ البتہ اس میں افراط وتفریط کی بے اعتدالیاں نہیں تھیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے ہنستے کھیلتے بھی تھے۔ ہمیشہ ان سے کشادہ پیشانی سے پیش آتے۔ گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ آٹا گوندھ رہی ہوں تو پانی لا کر دے دیتے۔ کبھی چولہے میں لکڑیاں ڈالتے۔ اپنی بیویوں کے ساتھ دل لگی کرنا، ان سے ہنسنا بولنا حضور کا طریق مبارک تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فرمایا کرتے۔ رات کے وقت سلام آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سوگئی ہو تو جاگ نہ پڑے کھانے پینے مکان اور گزارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ مساوی سلوک فرمایا کرتے تھے۔ عموماً بعد عصر ہر ایک کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی ضروریات معلوم فرماتے اور بعد نماز مغرب سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے شب کو نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرماتے۔ سفر میں روانہ ہونے سے قبل قرعہ اندازی کی جاتی جس بیوی کا نام نکل اس کو اپنے ہمراہ لیتے۔ ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان الگ تھا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم بیویوں کو سرزنش بھی فرماتے تھے لیکن سرزنش کرنے کے معاملہ میں حضور کا ایک خاص انداز ہوتا تھا اور وہ یہ کہ مخاطب بات بھی سمجھ جائے اور اس پر کچھ گراں بھی نہ گزرے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی ناز کی باتیں بھی ایک دوسرے پر ظاہر کر دیا کرتی تھیں۔ البتہ اس چیز پر حضور نگاہ رکھتے کہ نہ تو غیر معمولی اعتماد کسی بے راہ روی میں مبتلا کر دے اور نہ بلاوجہ بے اعتمادی

کسی خرابی کا باعث نہ بنے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کبھی کبھی خود حضورؐ کے مقابل میں اپنی خودداری کا اظہار کرتی تھیں اور حضورؐ اس کو پسند فرماتے تھے۔ بشرطیکہ یہ اپنی حدود سے تجاوز نہ کرے۔ غرضیکہ زندگی کے سارے نشیب و فراز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی میں ہوتے تھے۔ جو ایسی زندگی کا نقشہ پیش کرتے ہیں جس کو انسانی زندگی کا بہترین مظہر کہا جا سکتا ہے۔

حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت محبت اور سلوک کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس انصار کی لڑکیاں جمع ہو جاتیں تو حضورؐ حضرت عائشہؓ کو ان کے ساتھ کھیلنے کے لئے چھوڑ دیتے۔ اگر وہ کسی ایسی بات کی خواہش کرتیں جس میں کوئی شرعی قباحت نہ ہوتی تو ان کی خواہش بھی پوری فرما دیتے۔ جس برتن سے پانی پیتیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی برتن سے ان کے منہ لگنے کی جگہ منہ لگا کر پانی نوش فرما لیتے۔ جس ہڈی کو وہ چوستیں اسی ہڈی کو حضور بھی لے کر چوستے۔ حضرت عائشہؓ شادی کے وقت بہت کم سن تھیں اور لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اگر اتفاقاً آجاتے تو لڑکیاں بھاگ جاتیں۔ حضورؐ ان لڑکیوں کو بلا کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجدیا کرتے تھے۔

حبشی ایک چھوٹا سا نیزہ رکھتے ہیں جس کو حراب کہتے ہیں اس سے کھیلا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عید کے موقعہ پر حبشی یہ تماشہ دکھا رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضورؐ آگے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ دوش مبارک پر رخسار رکھ کر تماشہ دیکھنے لگیں اور دیر تک دیکھتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضورؐ نے فرمایا کیوں ابھی تک سیر نہیں ہوئیں بولیں نہیں حضورؐ چپ رہے یہاں تک کہ خود تھک کر ہٹ گئیں۔

ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا آؤ تیز دوڑنے میں مقابلہ کریں۔ حضرت عائشہؓ اس وقت دبلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں جب سن زیادہ ہوا اور پر اندام ہو گئیں تو پھر ایک دفعہ مسابقت کی نوبت آئی۔ اس وقت حضرت عائشہؓ پیچھے رہ گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اس دن کا جواب ہے

تمام ازواج میں حضرت عائشہؓ حضور کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ لیکن یہ محبت رنگین لباسوں اور سونے کے زیورات کی صورت میں کبھی نمودار نہیں ہوئی۔ تمام بیویوں کا جو لباس تھا وہی حضرت عائشہؓ کا بھی تھا۔ چنانچہ وہ خود فرماتی ہیں۔ ما کانت لاحدنا الا ثوب واحد۔ ہم تمام بیویوں کے پاس صرف ایک ایک جوڑا کپڑا تھا۔ حضرت عائشہؓ سے محبت کا اظہار یوں بھی فرمایا کہ مرض الموت میں تمام ازواج سے اجازت لی اور اپنی زندگی کے آخری ایام ان ہی کے حجرے میں بسر کئے۔

جس طرح قرآنی تعلیمات پر سب سے زیادہ اہتمام کے ساتھ خود حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم عمل فرماتے اسی طرح ازواج مطہرات پر بھی یہ ذمہ داری ڈالی گئی تھی کہ ...

سے منور ہوں اور پھر اس روشنی سے دوسروں کو بھی منور کریں۔ حضرت عائشہؓ کو دینی تفقہ کا جو بلند مرتبہ حاصل تھا اس کے متعلق حضور نے خود ارشاد فرمایا خذوا نصف دینکم عن ھذہ الحمیراء اپنے دین کا نصف حصہ اس خوبصورت عورت سے حاصل کرو۔ باوجود اپنی بیویوں پر اعتماد اور محبت کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے محاسبہ سے کبھی غافل نہ ہوتے۔

امہات المومنین کی یہ شہادت ہے کہ اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے کبھی باز پرس نہیں فرماتے تھے۔ لیکن خدا اور دین کے معاملہ میں ہر کوتاہی پر حضور سختی کے ساتھ باز پرس فرماتے اور اس احتساب سے کوئی محبوب سے محبوب شخصیت بھی نہیں بچ سکتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے حضرت صفیہؓ کے بارے میں یہ الفاظ نکل گئے کہ صفیہ میں یہ عیب کیا کم ہے کہ ان کا قد چھوٹا ہے۔ یہ بات حضرت عائشہؓ کی زبان سے نکلی تھی کہ حضورؐ نے فوراً ان کو ان الفاظ میں تنبیہہ فرمائی۔ عائشہؓ تم نے ایک ایسی بات زبان سے نکال دی ہے کہ اگر وہ سمندر میں ملا دی جائے تو اس کی کڑواہٹ اس کو بھی تلخ کر کے رکھ دے۔

حضرت زینبؓ نے ایک بار حضرت صفیہؓ کو یہودن کہہ دیا کہنے کا انداز اور لہجہ حقارت آمیز تھا۔ اتنی سی بات پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کچھ عرصہ تک حضرت زینبؓ کے گھر نہ گئے۔ جب انہوں نے توبہ کی تو خطا بخشی ہوئی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کی ذمہ داریوں کے احساس سے ہمیشہ گرانبار رہتے اور ہمیشہ ان کو دنیا کی بجائے آخرت کی کامیابیوں کے لئے ابھارتے رہتے۔ حضورؐ جب تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوتے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی کہ بیویاں بھی اس سعادت سے حصہ لیں۔ بسا اوقات حضورؐ ان کو بھی نہایت نرمی اور محبت سے شوق دلواتے۔ دروازے پر کوئی سائل آتا تو حضور گھر والوں کو سائل کے حقوق کی طرف یاد دہانی فرماتے۔ کوئی مہمان آتا تو حضورؐ اس کی خدمت پر سب کو ابھارتے۔ کبھی کبھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم سب کو جمع کر کے نام لے لے کر مخاطب فرماتے اور بتاتے کہ اپنی آخرت کے لئے جو کچھ کر سکتی ہو کر لو۔ میں وہاں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔

حضرت سرور دو عالم کی ازواج مطہرات نے دنیا طلبی کی تمام رغبتوں اور سرگرمیوں سے الگ تھلگ رہ کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت قدسیہ کی برکت سے اپنے آپ کو حضور کے رنگ میں رنگین کر لیا تھا۔ شریروں اور منافقوں نے ان کو طرح طرح سے غیر مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ تاکہ حضورؐ کی گھریلو زندگی میں بے اطمینانی اور انتشار پیدا کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں۔ مگر ازواج مطہرات کے اطمینان اور سکون کے قدموں کو متزلزل نہ کر سکے۔ لیکن جس زمانے میں منافقین کی ریشہ دوانیاں ازواج مطہرات کو غیر مطمئن کرنے کے لئے غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں۔ تو حضورؐ نے اللہ تعالےٰ کا یہ حکم ان کو سنایا۔

سَرَاحًا جَمِيْلًا

اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دنیاوی سامان دے دیتا ہوں اور تم کو نیک طریق سے رخصت کر دیتا ہوں

اس اختیار کے ملنے کے بعد حضورؐ کی ازواج کا جذبۂ اطاعت و فرمانبرداری۔ جوشِ محبت و وفاداری اور بھی بڑھ گئی اور ان میں سے ایک ایک نے صاف صاف الفاظ میں اس امر کا اظہار کر دیا کہ حضور کی غلامی کے آگے تمام دنیا کی سلطنت اور سارے کون و مکان کی سروری اور سرداری بھی ہیچ ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی شادی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہوئی۔ عمروں میں ۱۵ سال کا تفاوت تھا جس سے خیال ہو سکتا تھا کہ حضور کی زندگی اس شادی کے بعد خوشگوار نہیں گزرے گی مگر تاریخ شاہد ہے کہ عام حالات کے برعکس حضورؐ کی اور حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں جو کامل اتحاد نظر آتا ہے۔ شاذ ہی کسی جوڑے میں اس کی مثال ملتی ہو۔ ایک دوسرے سے کامل محبت۔ ایک دوسرے پر کامل اعتماد۔ ایک دوسرے کے لئے کامل ایثار و قربانی کا نظارہ اگر کسی نے ازدواجی جوڑے میں دیکھنا ہو تو وہ حضورؐ اور حضرت خدیجہؓ میں نظر آئے گا۔ پہلی وحی کے نزول پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم غیر متوقع جلالِ الٰہی سے مرعوب ہو کر پریشانی کی حالت میں سیدھے اپنی رفیقۂ حیات کے پاس آئے اور جس سادگی سے حضورؐ نے اپنی پریشانی اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ سے بیان کی اور جس بے ساختگی کے عالم میں بیوی نے جواب دیا وہ اس مقدس جوڑے کے کمال اتحاد کا آئینہ دار ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی گھبراہٹ کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ کی زبان سے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے۔

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَ
تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ

ہرگز نہیں۔ اللہ تعالےٰ کبھی آپؐ کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپ رشتوں کی پاسداری کرتے ہیں اور لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ اخلاق جو دنیا سے معدوم ہو چکے ہیں۔ ان کو آپؐ نے اپنے اندر پیدا کیا ہے۔ آپ مہمان نواز ہیں اور حق و انصاف کے راستے میں جو مصائب لوگوں پر آتے ہیں ان میں آپ ان کی اعانت فرماتے ہیں۔

ان الفاظ میں اس مجموعی اثر کا نچوڑ ہے جو روزمرہ کی زندگی کے واقعات سے حضرت خدیجہؓ کے قلب پر پیدا ہوا تھا اور جس سے حسنِ معاشرت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا محبت تھی۔ نکاح کے بعد وہ ۲۵ برس تک زندہ رہیں ان کی زندگی میں حضورؐ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضورؐ کا معمول تھا کہ جب کبھی گھر میں کوئی جانور

ذبح ہوتا تو حضور ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت عائشہ رضؓ کی ہم نشین عورتوں کے پاس گوشت بھجوایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ گو میں نے حضرت خدیجہ رضؓ کو نہیں دیکھا۔ لیکن مجھ کو جس قدر ان پر رشک آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ہمیشہ ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضور کو اس پر رنجیدہ کر دیا تو حضور نے فرمایا اِنِّیْ رُزِقْتُ حُبَّهَا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔

ایک دفعہ حضرت خدیجہ رضؓ کے انتقال کے بعد ان کی بہن ہالہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں اور استیذان کے قاعدہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ان کی آواز حضرت خدیجہ رضؓ سے ملتی جلتی تھی۔ حضور کے کانوں میں آواز پڑی تو آپ کے جسم میں کپکپی آگئی اور پھر آپ سنبھل گئے اور فرمایا آہ میرے خدا یہ تو خدیجہؓ کی بہن ہالہ ہیں۔ (بخاری و مسلم) حضرت عائشہ رضؓ بھی موجود تھیں۔ ان کو نہایت رشک ہوا بولیں آپ کیا ایک بڑھیا کو یاد کرتے رہتے ہیں جو انتقال کر چکیں اور خدا نے ان سے اچھی بیویاں آپ کو دیں۔ جواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو انہوں نے تصدیق کی۔ جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لے آئیں۔ جب میرا کوئی معین نہیں تھا تو انہوں نے میری مدد کی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اکثر امور میں اپنی بیویوں سے مشورہ لیتے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب صحابہ کرامؓ نے یہ سمجھ کر کہ صلح دب کر کی گئی ہے غم زدہ ہونے کی وجہ سے حضور کے ارشاد پر کہ عمرہ کا خیال چھوڑ دو اور قربانیاں ذبح کر کے سر منڈوا دو پر عمل کرنے میں تامل اور تاخیر سے کام لیا۔ تو حضور حضرت ام سلمہ رضؓ کے پاس آئے اور صحابہؓ کے حال کا ذکر فرمایا تو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا۔ کہ آپؐ باہر تشریف لے جائیں اور بغیر کسی سے کوئی بات کیے اپنی قربانی کو ذبح کر دیں اور اپنا سر منڈوا دیں۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا جس کا یہ اثر ہوا کہ صحابہؓ نے حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل میں اتنی عجلت کی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سر منڈوائے نہیں بلکہ کٹوائے جا رہے ہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمام بیویوں کے ساتھ مکمل عدل و انصاف کا سلوک کرتے۔ حضور کے اوقات۔ حضور کا مال۔ حضور کا گھر۔ اور حضور کی توجہ اس طرح تمام بیویوں میں تقسیم تھیں کہ جیسے کوئی مجسم چیز ترازو میں تول کر تقسیم کی گئی ہو۔ حضور کو اپنی بعض بیویوں سے ان کی ممتاز خوبیوں اور محاسن کی وجہ سے دوسروں کی نسبت زیادہ محبت تھی مگر حضور کی اس قلبی محبت کا فرق انصاف کے معاملہ میں اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ مرض الموت کے دوران جبکہ حضور خود بخود چل بھی نہیں سکتے تھے دوسروں کے کندھوں کا سہارا لے کر باری پوری کرنے کے خیال سے بیویوں کے گھروں میں دورہ فرماتے۔ حتیٰ کہ حضور کی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے مجبور کیا کہ حضورؐ حضرت عائشہ رضؓ کے گھر آرام فرمائیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کی خاطرداری فرمایا کرتے تھے اور ان کی نازک مزاجیاں برداشت

کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ازواج مطہرات سفر پر تھیں۔ ساربان اونٹوں کو تیز ہانکنے لگے۔ حضور نے فرمایا۔ دیکھنا یہ آبگینے (یعنی شیشے) ہیں۔

حضرت صفیہؓ کھانا نہایت عمدہ پکاتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے کھانا پکا کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ آپ اس وقت حضرت عائشہؓ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے خادم کے ہاتھ سے پیالہ چھین کر زمین پر دے مارا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑے چن چن کر یکجا کئے اور ان کو جوڑا اور پھر دوسرا پیالہ منگوا کر واپس کیا۔ غرضیکہ ناز برداری کرتے ہوئے کسی خفگی کا اظہار نہیں فرمایا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے برہم ہو کر بلند آواز سے باتیں کیں۔ "اتفاقاً" حضرت ابوبکرؓ آگئے۔ حضرت عائشہؓ کو پکڑ کر تھپڑ مارنا چاہا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے چلا کر بولتی ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے آڑے آگئے۔ حضرت ابوبکرؓ غصہ میں بھرے ہوئے واپس باہر چلے گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ دیکھا کس طرح تم کو بچا لیا۔ گویا گفتگو میں حضور نے مزاحیہ رنگ اختیار کیا۔

ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تم جب مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو میں سمجھ جاتا ہوں۔ بولیں کیونکر۔ ارشاد ہوا جب تم خوش ہوتی ہو اور کسی بات پر قسم کھاتی ہو تو کہتی ہو "محمدؐ کے خدا کی قسم"۔ اور جب ناراض ہو جاتی ہو تو کہتی ہو۔ "ابراہیم کے خدا کی قسم"۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں یا رسول اللہ میں ناراضگی کے وقت آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔

ازواج مطہرات باہم ملکر لطف صحبت اٹھاتی تھیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت نے جس طرح ان آئینوں کو جلا دی تھی اس کا اندازہ افک کے واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ جس میں حضرت عائشہؓ کو منافقین نے متہم کیا تھا۔ اس سے بڑھ کر حریفوں کے لئے انتقام کا کونسا موقعہ مل سکتا تھا۔ لیکن باوجود اس کے کہ غیر متعلق لوگ تہمت لگانے میں آلودہ ہو گئے۔ تاہم ازواج مطہرات کا دامن پاک وصاف رہا۔ حضرت عائشہؓ کی بڑی حریف حضرت زینبؓ تھیں۔ لیکن جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے استفسار فرمایا تو انہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ حاشا یہ محض تہمت ہے۔ حضرت عائشہؓ جب بھی واقعہ افک کا ذکر کرتی تھیں تو ہمیشہ حضرت زینبؓ کی پاک باطنی کی شکر گزار اظہار کرتی تھیں۔

پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار
بھیج درود اس محسن پہ تو دن میں سو سو بار

اللہ تعالےٰ ہم سب کو حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

قیادت تعلیم کا پروگرام برائے سنہ ۱۹۷۳ء

حصہ اول ۔ مقامی انتظام

ہر مجلس اس حصہ کی تکمیل مقامی طور پر کرے گی۔

۱۔ بنیادی نصاب کی تعلیم :۔ تمام اراکین انصار اللہ کو بنیادی نصاب پر عبور حاصل ہونا چاہیئے۔ اس غرض کے لئے ہر رکن کے پاس نصاب کی کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ یہ کتاب مرکزی دفتر سے سوا روپیہ فی نسخہ کے حساب سے مل سکتی ہے۔ اس نصاب کی تکمیل کی ذمہ داری زعماء / زعماء اعلیٰ پر ہے۔ ہر رکن کے لئے اس کی اہلیت کے مطابق نصاب کا ایک حصہ مقرر کیا جائے اور مہینہ یا پندرہ روز بعد (جیسی سہولت ہو) اتنے حصہ کا امتحان لے لیا جائے جب تسلی بخش طور پر وہ حصہ یاد ہو جائے تو دوسرا حصہ مقرر کر دیا جائے۔ جب کوئی رکن اس نصاب پر پوری طرح عبور حاصل کرلے تو اس کے نام اور پتہ سے مرکز کو اطلاع دے دی جائے۔ جہاں مقامی طور پر زعماء / زعماء اعلیٰ اس نصاب کی تکمیل کے ذمہ دار ہوں گے۔ وہاں حسب فیصلہ شوریٰ ناظمین اضلاع کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ ماتحت مجالس میں اس پروگرام کی تکمیل کا انتظام کریں اور اپنی ماہانہ رپورٹوں میں اس کا باقاعدہ ذکر کریں۔ درحقیقت ہر احمدی بچے اور بچی کو اس نصاب پر عبور حاصل ہونا چاہیئے کیونکہ صحیح علم اور صحیح اعتقادات ہی اعمال صالحہ کی بنیاد بنتے ہیں بنیادی نصاب میں وہ باتیں شامل کی گئی ہیں۔ جو ایک احمدی کو سچا احمدی بننے میں مدد دیتی ہیں۔

۲۔ سنڈے کلاسز :۔ صدر محترم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جہاں جہاں ممکن ہو سنڈے کلاسز کھولی جائیں اور ان میں دینی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام کیا جائے۔ درحقیقت کوئی دینی اور روحانی سلسلہ چل ہی نہیں سکتا جب تک کہ نئی پود کو سنبھالنے کی خاطر خواہ کوشش نہ کی جائے۔ جس قدر کوئی سلسلہ ترقی کرتا اور وسیع ہوتا جاتا ہے اسی قدر تعلیم و تربیت کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے۔ جہاں روحانی ترقی اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے ایک پہلو سے اس کا دارومدار اس جدوجہد اور تڑپ پر ہے جو کسی سلسلہ کے افراد خدائی نعمت کو دائم و قائم رکھنے کے لئے کرتے ہیں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر سنڈے کلاسوں کے اجرا کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے تاکہ عام تعلیم کے ساتھ دینی پہلو کمزور نہ رہ جائے۔

آپ اس کار خیر میں مندرجہ ذیل طریق پر حصہ لے سکتے ہیں۔

۱۔ اگر آپ صاحب اولاد ہیں تو ان بچوں کو ان کلاسوں کی افادیت سمجھائیے تاکہ وہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہوں اور برضا و رغبت ان میں شریک ہوں۔

ب۔ اگر آپ صاحب کار ہیں تو اپنا وقت اور بیسہ طالب علموں کو لانے اور لے جانے میں صرف کیجئے اور منتظمین کا ہاتھ بٹایئے۔ بڑے شہروں میں طلباء کو کلاس کے لئے جمع کرنا ایک اہم مسئلہ ہے۔

ج۔ اپنے مفید مشوروں سے مرکز اور مقامی کارکنوں کو مطلع کیجئے تاکہ کام بہتر رنگ میں جاری رہے اور مساعی نتیجہ خیز ہوں اس کے علاوہ پوری دلسوزی سے دعا کیجئے کہ ہم بحیثیت جماعت اپنی ذمہ واریوں کو ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔

د۔ اگر آپ کو خدا نے علم دیا ہے تو بچوں اور بڑوں کو اس سے مستفیض کیجئے۔ اور ان کی تعلیم و تربیت میں عملاً حصہ لیجئے۔

نصاب:۔ مقامی طور پر شریک ہونے والے افراد (انصار، خدام، اطفال) کی قابلیت کا جائزہ لے کر ان کے گروپ بنا لئے جائیں اور ان کے لئے تدریجی نصاب خود تجویز کر لیا جائے۔ نصاب تجویز کرنے میں مندرجہ ذیل رسائل سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ یاد رکھنے کی باتیں
۲۔ کامیابی کی راہیں ہر چہار حصہ } شائع کردہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ

۳۔ معلومات کا بنیادی نصاب۔ شائع کردہ انصار اللہ مرکزیہ

۴۔ مختصر تاریخ احمدیت مؤلفہ شیخ خورشید احمد صاحب نائب ایڈیٹر الفضل

اس کلاس کا مقصد یہ ہے کہ تمام بنیادی باتیں سب کو ذہن نشین کرا دی جائیں اور احمدی بچوں بڑوں کو علم ہو کہ احمدیت کیا ہے اور اس کے قیام کا کیا مقصد ہے۔ مندرجہ بالا سب رسائل مرکز سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اس بارے میں دفتر مرکزیہ کو لکھا جائے۔

۳۔ بچوں کا وظائف انعامی کا مقابلہ:۔ مجلس کی جانب سے احمدی بچوں میں دینی شغف پیدا کرنے کے لئے ہر سال اطفال الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر وظائف انعامی کے لئے ایک مقابلہ منعقد ہوتا ہے۔ اول و دوم آنے والے اطفال کو علی الترتیب ایک سال کی پوری اور نصف فیس بطور انعام پیش کی جاتی ہے۔ اس مقابلہ کے لئے سال رواں کا نصاب یہ ہے۔

۱۔ بچوں کے لئے تاریخ احمدیت مؤلفہ شیخ خورشید احمد صاحب

۲۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی قبل از نبوت کے مختصر حالات۔

۳۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از قرآن کریم

۴۔ وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام از قرآن کریم

۵۔ ملک کے موٹے موٹے جغرافیائی اور سیاسی حالات

یہ مقابلہ انٹرویو کی شکل میں منعقد ہوتا ہے۔ مقامی طور پر آپ کوشش فرمائیں کہ زیادہ سے زیادہ بچے اس مقابلہ میں شریک ہو سکیں۔ یہ بھی سلسلہ کی علمی اور روحانی ترقی کا ایک اہم پہلو ہے۔

حصہ دوم۔ مرکزی انتظام ۔ مرکز کے زیر انتظام حسب ذیل امتحانات منعقد ہوں گے۔

پہلا امتحان ۲۷/۲۹ مارچ کو منعقد ہوگا ۲۷ مارچ بروز جمعہ ربوہ میں اور ۲۹ مارچ بروز اتوار بیرونجات میں
نصاب (۱) ترجمہ قرآن کریم پارہ ۱۴ ربع اوّل (۲) تجلیاتِ الٰہیہ (۳) غلبۂ اسلام سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین الہامات۔

دوسرا امتحان ۲۷/۲۹ جون ۔ نصاب ۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۱۴ ربع دوم و سوم (۲) تعلیم القرآن سے متعلق تین احادیث رسولؐ (۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین الہامی دعائیں

تیسرا امتحان ۔ ۲۶/۲۸ ستمبر نصاب ۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۱۴ ربع آخر (۲) رسالہ لیکچر لاہور (۳) قرآن کریم کی تین دعائیں معہ ترجمہ۔

نوٹ ۱۔ معیار دوم کے لئے ترجمہ قرآن کریم کی بجائے ناظرہ قرآن کریم ہوگا۔ باقی نصاب وہی ہوگا جو اوپر درج ہوا۔ امتحان زبانی لیا جائے گا اور نتیجہ مرکز میں ارسال کیا جائے گا۔

۲۔ حسب فیصلہ شوریٰ ناظمین اعلیٰ و زعماء انصار اللہ بھی امتحان میں شریک ہوں گے۔ ناخواندہ زعماء معیار دوم میں شریک ہوں گے۔

۳۔ کراچی اور ضلع جھنگ میں تعلیم القرآن کی ذمہ داری پورے طور پر انصار اللہ کی ہے۔ اس لئے متعلقہ عہدہ داران اس طرف خاص توجہ فرمائیں اور باقاعدہ ماہانہ رپورٹیں ارسال کریں۔

غلبۂ اسلام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات

۱۔ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" (تذکرہ ایڈیشن دوم ص۳۱۷)
۲۔ "وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔" (تذکرہ ص۱۴۶)
۳۔ "جو دعائیں آج قبول ہوئیں ان میں قوت اور شوکتِ اسلام بھی ہے (تذکرہ ص۷۰۲)
۴۔ "زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔" (تذکرہ ص۱۴۴)
۵۔ "سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ (تذکرہ ص۵۷۱)

۶۔ I love you. I shall give you a large party of Islam (تذکرہ ص۱۰۴)

۷۔ اِنَّہٗ سَیَنْصُرُنِیْ حَتّٰی یَبْلُغَ اَمْرِیْ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا (تذکرہ ص۳۱۷)

ترجمہ۔ یقیناً وہ عنقریب میری مدد کرے گا۔ یہاں تک کہ میرا معاملہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں تک پہنچ جائے گا۔

۸۔ "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا" (تذکرہ ص۱۰۹)

تعلیم القرآن سے متعلق احادیث الرسولؐ

۱۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ (ترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے خود قرآن پڑھا اور دوسروں کو سکھایا۔

۲۔ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَاقْرَؤُوْہُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَہٗ فَقَرَأَہٗ وَقَامَ بِہٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْکًا یَفُوْحُ رِیْحُہٗ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَہٗ فَیَرْقُدُ وَھُوَ فِیْ جَوْفِہٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْکِیَ عَلٰی مِسْکٍ۔

(ترجمہ) قرآن سیکھو اور اسے پڑھو کیونکہ قرآن سیکھنے والے اور اسے پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کی مثال کستوری سے بھری ہوئی تھیلی کی ہے جس کی خوشبو سے تمام ماحول مہک رہا ہو اور قرآن سیکھ کر سو رہنے والے کی مثال کستوری کی ایسی تھیلی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔

۳۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَجِیْءُ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ حَلِّہٖ فَیُلْبَسُ تَاجَ الْکَرَامَۃِ ثُمَّ یَقُوْلُ یَارَبِّ زِدْہُ فَیُلْبَسُ حُلَّۃَ الْکَرَامَۃِ ثُمَّ یَقُوْلُ یَارَبِّ ارْضَ عَنْہُ فَیَرْضٰی عَنْہُ فَیُقَالُ اِقْرَأْ وَارْقَ وَیُزَادُ بِکُلِّ اٰیَۃٍ حَسَنَۃً۔

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کا حامل قیامت کے دن لایا جائیگا عرض کی جائے گی اے رب اسے خلعت بخش تو اسے کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا اسے رب کچھ مزید عطا کیجئے تو اس پر اسے کرامت کا لباس پہنایا جائے گا۔ پھر عرض کی جائے گی اے رب اس سے راضی ہو تو خدا اسے اپنی رضا عطا

فرمائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ اسے پڑھ اور آرام کر اور ہر آیت کی تلاوت تیری ایک نیکی شمار ہوگی۔

۴۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ (ترمذی)

(ترجمہ) حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں ہے وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

۵۔ عَنْ بَشِیْرِ ابْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت بشیر ابن عبدالمنذر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید خوش الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا ان کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعائیں

۱۔ "الٰہی میرے سلسلہ کو ترقی ہو اور نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہو" (تذکرہ ص۵۰۰)

۲۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَآءِ (ترجمہ) اے رب مغفرت فرما اور آسمان سے رحم کر (تذکرہ ص۲۴۲)

۳۔ رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ (ترجمہ) اے میرے رب امت محمدیہ کی اصلاح کر (تذکرہ ص۲۴۳)

۴۔ رَبِّ اَرِنِیْ حَقَائِقَ الْاَشْیَآءِ (ترجمہ) اے میرے رب مجھے اشیاء کے حقائق دکھا۔ (تذکرہ ص۷۲۱)

۵۔ بِسْمِ اللّٰہِ الْکَافِیْ بِسْمِ اللّٰہِ الشَّافِیْ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الْغَفُوْرِ الرَّحِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الْبَرِّ الْکَرِیْمِ۔ یَا حَفِیْظُ یَا عَزِیْزُ یَا رَفِیْقُ یَا وَلِیُّ اشْفِنِیْ

(ترجمہ) میں اللہ کے نام سے مدد چاہتا ہوں جو کافی ہے۔ میں اللہ کے نام سے مدد چاہتا ہوں جو شافی ہے۔ میں اللہ کے نام سے مدد چاہتا ہوں جو غفور رحیم ہے۔ میں اللہ کے نام سے مدد چاہتا ہوں جو احسان کرنے والا کریم ہے۔ اے حفاظت کرنے والے اے غالب۔ اے رفیق اے ولی مجھے شفا دے۔ (تذکرہ ص۵۲۴)

۶۔ رَبِّ عَلِّمْنِیْ مَا ھُوَ خَیْرٌ عِنْدَکَ (ترجمہ) اے میرے خدا مجھے وہ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہو۔

(تذکرہ ص۶۵۳)

۷۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

(تذکرہ ص۳۲)

(حبیب اللہ خان قائد تعلیم)

لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ خاتم النبیین اور خیر المرسلین ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں۔ کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے .... غرض ہمارا ان تمام باتوں پر ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کی طرف سے لائے"

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۳۸)